وضو کے دوران ہاتھ، پاؤں کی انگلیوں اور داڑھی کے خلال کا طریقہ اور
دیگر متعلقہ مسائل پر تفصیلی رسالہ بنام

انگلیوں اور داڑھی کے خلال کا شرعی حکم

تصنیف:
استاذ الفقہ حضرت علامہ مولانا **محمد ساجد عطاری** دامت برکاتہم العالیہ

پیشکش:
مجلسِ افتاء (دعوتِ اسلامی)
دار الافتاء اہلسنت
DARUL IFTA AHLESUNNAT

وضو کے دوران ہاتھ، پاؤں کی انگلیوں اور داڑھی کے خلال کا طریقہ اور
دیگر متعلقہ مسائل پر تفصیلی رسالہ بنام

انگلیوں اور داڑھی کے خلال کا شرعی حکم

تصنیف:
استاذ الفقہ حضرت علامہ مولانا محمد ساجد عطاری دامت برکاتہم العالیہ

پیشکش:
مجلسِ افتاء (دعوتِ اسلامی)

دار الافتاء اہلسنت
DARUL IFTA AHLESUNNAT

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
1	پیشِ لفظ	3
	تخلیل الاَصابع (انگلیوں کے خلال) سے متعلق احکام	
2	تخلیلِ اصابع (انگلیوں کے خلال) کا لغوی اور شرعی مفہوم	7
3	ہاتھوں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ	7
4	پاؤں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ	8
5	ہاتھ اور پاؤں دونوں کی انگلیوں کا خلال کیا جائے گا	11
6	انگلیوں کا خلال کب کیا جائے؟	12
7	دورانِ وضو انگلیوں کے خلال کا حکم کس نوعیت کا ہے؟	12
8	خلال سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟	14
9	حکمِ حدیث اور سنن میں شمار کیے جانے کے باوجود سنت کے غیر مؤکدہ ہونے پر نظائر	23
10	پہلی نظیر (استنجاء سے قبل ہاتھ دھونا)	23
11	دوسری نظیر (مسواک)	26
12	اشکال	26
13	جواب	27
14	نل کے نیچے ہاتھ پاؤں دھونے کی صورت میں خلال کا حکم	29
	تخلیل اللحیۃ (داڑھی کے خلال) سے متعلق احکام	

15	داڑھی کے خلال کا مفہوم اور اس کا طریقہ	31
16	داڑھی کا خلال کب کیا جائے؟	35
17	خلال کی سنت کیا ہر طرح کی داڑھی والے کے لیے ہے؟	35
18	داڑھی کے خلال کا حکم	36
19	داڑھی کا خلال سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟	40
20	اشکال	40
21	جواب	41
22	داڑھی کے مسح کا حکم	45
23	خلاصہ کلام	46

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دینی مسائل واحکام شرع کی بنیاد قرآن وحدیث ہے۔ بہت سے دینی احکام قرآن وحدیث میں واضح اور صریح انداز میں بیان فرمادیئے گئے، لیکن کئی مسائل ایسے ہیں جو ائمہ مجتہدین وفقہائے کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اجتہاد کر کے بیان فرمائے۔ قرآن وحدیث میں بعض اوقات کسی کام کے کرنے کا حکم صیغہ امر کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، لیکن یہ حکم کس درجے کا ہے؟ اس کو کرنا لازم ہو گا یا لازم نہیں؟ اس کی پہچان مجتہد وفقیہ کو ہی ہوتی ہے۔ یونہی نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سنت کا معاملہ ہے کہ احادیث روایت کرنے والے راوی مختلف انداز سے روایت بیان کرتے ہیں۔ کبھی وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، کبھی کہتے کہ یہ کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ اب کس لفظ وانداز سے کس طرح کا حکم ثابت ہو گا؟ آیا اس فعل کو سنت کہا جائے گا یا نہیں؟ اور سنت کہا جائے گا تو کیا یہ سنت مؤکدہ ہو گی یا نہیں؟ یہ مجتہد وماہر فقیہ ہی پہچان پاتا ہے۔

یقیناً اجتہاد کے ذریعے مسائل واحکام شرعیہ کا استنباط واستخراج ایک مشکل ترین کام ہے جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں، بلکہ یہ ان کا ہی حصہ ہے جن کو اللہ تعالی نے توفیق عطا فرمائی اور ہمارے فقہائے کرام نے اس طرح کے سینکڑوں وہزاروں مسئلے اپنی کتب فقہ میں بیان کر کے ہمارے لئے آسانی کر دی ہے۔ لیکن کہیں کہیں پھر بھی کوئی ایسا مسئلہ یا نئی صورت سامنے آجاتی ہے کہ جہاں ہمیں حکم شرع کی نوعیت واضح انداز سے کتب فقہ وکلام فقہاء میں نظر نہیں آتی۔ ایسے مواقع پر بہت زیادہ تلاش وجستجو، فقہائے کرام کے کلام میں خوب غور وخوض، مسئلے کی مختلف جہتوں کا احاطہ اور اس کی فقہی نظائر پر بھرپور توجہ کرنے کے بعد آدمی ان فقہائے کرام کے کلام کی برکت سے صحیح نتیجہ و حکم

شرع تک پہنچ جاتا ہے لیکن یہ مراحل طے کرنے میں اس کو بہت محنت و اخلاص و توفیق الٰہی کی حاجت رہتی ہے۔

آپ کے ہاتھوں میں جو کتاب موجود ہے اس کتاب کو لکھنے کی وجہ بھی اسی طرح کے دو مسئلے بنے۔ وہ دو مسئلے یہ تھے:

(1) وضو میں انگلیوں کا خلال کرنے کا حکم۔

(2) داڑھی کے خلال کا حکم۔

عام طور پر کتب فقہ میں یہ تو بیان کیا جاتا ہے وضو میں انگلیوں کا خلال سنت ہے لیکن یہ سنت کس درجے کی ہے؟ یعنی مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟ اکثر کتابوں میں اس سنت کے مؤکدہ ہونے یا غیر مؤکدہ ہونے کی وضاحت نہیں ہوتی اور بعض کتابوں میں اس کے مؤکدہ ہونے کا تذکرہ ہے، لیکن بہر حال یہ ایک تحقیق طلب بات تھی۔

یونہی وضو میں داڑھی کے متعلق فقہائے کرام بیان فرماتے ہیں کہ "داڑھی کے بال گلے کی طرف دبانے سے جس قدر بال چہرے کے دائرے میں آئیں گے وضو میں ان کا دھونا بہر صورت ضروری ہے، چاہے داڑھی گھنی ہو یا نہ ہو۔ ہاں فرق یہ ہے کہ داڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں تو چہرے کی جلد تک پانی پہنچانا بھی ضروری ہے اور اگر گھنے ہوں یعنی چہرے کی جلد نظر نہ آتی ہو تو پھر چہرے کی جلد یا بالوں کی جڑوں کا دھونا ضروری نہیں۔ اور جو بال چہرے کے دائرہ سے نکل جائیں اور نیچے لٹکے ہوں، ان کو وضو میں دھونا فرض نہیں بلکہ ان کا مسح کرنا اور خلال کرنا سنت ہے۔ ہاں کوئی دھولے تو مستحب ہے۔"

(ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد 1، صفحہ 214، جد الممتار، جلد 1، صفحہ 142 وغیرہ)

اب یہاں جو داڑھی کے لٹکے ہوئے بالوں کے خلال کو سنت کہا گیا تو اس سنت سے کونسی سنت مراد ہے یعنی مؤکدہ یا غیر مؤکدہ؟ اس کی صراحت کتب فقہ میں موجود نہیں تھی۔

تو ان دونوں سنتوں کا حکم واضح کرنے کے لئے استاذ محترم مفسر قرآن و شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد قاسم عطاری دام ظلہ العالی نے مجھے حکم ارشاد فرمایا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ سنت کا حکم واضح کرنے کے ساتھ ساتھ خلال سے متعلق دیگر مسائل بھی لکھ دوں، تاکہ یہ سارے مسائل رسالے کی شکل میں شائع کیے جا سکیں، تو اس حکم پر راقم الحروف نے یہ مسائل لکھے جن کی تفصیل آپ اس رسالے میں دیکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہماری اس کوشش و محنت کو قبول فرمائے اور ہمارے لئے ذریعہ نجات و ذخیرہ آخرت بنائے۔

محمد ساجد عطاری

5 شعبان المعظم، 1443ھ بمطابق 9 مارچ، 2022ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم نے سنا ہے کہ دورانِ وضو انگلیوں کا اور داڑھی کا خلال کرنا ہوتا ہے، تو اس کے متعلق ہمارے چند سوالات ہیں۔

انگلیوں کے خلال سے متعلق سوالات درج ذیل ہیں:

(1) انگلیوں کے خلال کا مفہوم اور اس کی تعریف کیا ہے؟

(2) انگلیوں کے خلال کرنے کا سنت یا بہتر طریقہ کیا ہے؟

(3) کیا خلال ہاتھ اور پاؤں دونوں کی انگلیوں کا کرنا ہوتا ہے یا فقط پاؤں کی انگلیوں کا؟

(4) خلال کس وقت کرنا ہے؟ وضو مکمل ہونے کے بعد یا ہاتھ اور پاؤں دھوتے وقت ہی؟

(5) خلال کا حکم کیا ہے؟ یعنی کیا خلال کرنا واجب و ضروری ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟ اگر سنت ہے تو کونسی؟ مؤکدہ یا غیر مؤکدہ؟

(6) اگر نل کے بہتے پانی میں وضو کر رہے ہوں، تو اس صورت میں بھی کیا خلال کرنا ضروری ہوتا ہے یا اب خلال کی ضرورت نہیں؟

اور داڑھی کے خلال سے متعلق سوالات درج ذیل ہیں:

(7) داڑھی کے خلال کا مفہوم کیا ہے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

(8) داڑھی کا خلال کب کریں گے؟ منہ دھوتے وقت ساتھ ہی یا وضو مکمل کرنے کے بعد؟

(9) کیا داڑھی کے خلال کا حکم ہر طرح کی داڑھی والے کے لیے ہے؟ یعنی چاہے اس کی داڑھی گھنی ہو یا ہلکی؟

(10) داڑھی کے خلال کا حکم کیا ہے؟ یعنی یہ خلال کیا واجب ہے، سنت ہے یا مستحب ہے؟ اگر سنت ہے تو کونسی؟ مؤکدہ یا غیر مؤکدہ؟

(11) داڑھی کا مسح، کیا خلال سے الگ کوئی معاملہ ہے یا خلال کو ہی مسح بھی کہا گیا ہے؟ اگر الگ ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

تخلیل الاَصابع (انگلیوں کے خلال) سے متعلق احکام

(1) تخلیلِ اصابع (انگلیوں کے خلال) کا لغوی اور شرعی مفہوم:

لغوی طور پر تخلیل یعنی خلال کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے درمیان داخل کر دینا۔

نہایہ میں ہے: ” وأصله من إدخال الشيء في خلال الشيء، وهو وسطه “ترجمہ: تخلیل کی اصل یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے خلال یعنی وسط (درمیان) میں داخل کرنا۔

(النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر، جلد2، صفحہ73، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور انگلیوں کے **خلال کا شرعی مفہوم** یہ ہے کہ پانی سے تر انگلیاں دوسری انگلیوں کے درمیان داخل کرنا۔

بحر الرائق میں ہے: ”وأما تخليل الأصابع، فهو إدخال بعضها في بعض بماء متقاطر “ترجمہ: بہر حال انگلیوں کا خلال کرنا تو اس کا مطلب ہے کہ پانی کے قطرے ٹپکاتی ہوئی انگلیاں دوسری انگلیوں میں داخل کرنا۔ (البحر الرائق، جلد1، صفحہ23، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

(2) انگلیوں کے خلال کا طریقہ:

ہاتھوں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ:

اس حوالے سے کوئی خاص مسنون طریقہ مروی نہیں ہوا، البتہ علماء نے اس کا ایک طریقہ تشبیک لکھا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر دی جائیں۔ دونوں ہتھیلیاں ایک دوسرے کے سامنے کر کے بھی اگرچہ یہ عمل ہو جاتا ہے، لیکن ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ بہتر ہے ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی رکھ کر یہ عمل کیا

جائے تا کہ لہو ولعب والی صورت کی مشابہت پیدا نہ ہو۔

در مختار و رد المحتار میں ہے، (ومابین الھلالین من رد المحتار):" و تخليل الأصابع اليدين بالتشبيك (نقله في البحر بصيغة قيل. و كيفيته كما قال الرحمتي: أن يجعل ظهر البطن لئلا يكون أشبه باللعب "ترجمہ: اور ہاتھوں کی انگلیوں کا تشبیک کے ساتھ خلال کرے۔ اسے بحر میں قیل کے ساتھ نقل کیا گیا اور تشبیک کی کیفیت جیسا کہ علامہ رحمتی نے بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کے پیٹ کے ساتھ ملا کرے تا کہ لہو و لعب کے مشابہ نہ ہو۔ (درمختار و ردالمحتار، جلد1، صفحہ117، دارالفکر، بیروت)

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ مرقاۃ شرح مشکاۃ میں لکھتے ہیں:" وعندنا: يشبك، لكن لا على الطريق المنهي الذي يقابل الكف بالكف، بل بأن يضع بطن الكف اليمنى على اليسرى ويدخل الأصابع بعضها في بعض "ترجمہ: ہمارے نزدیک وہ تشبیک کرے گا لیکن منع کردہ طریقے سے نہیں کہ دونوں ہتھیلیاں آمنے سامنے سے ملائے بلکہ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ (کی پشت) کے اوپر رکھ کر انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد2، صفحہ410، دارالفکر، بیروت)

پاؤں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ:

علماء نے یہ لکھا ہے کہ پاؤں کی اُنگلیوں کا خِلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا (یعنی سب سے چھوٹی انگلی) سے کیا جائے اور داہنے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اور پھر بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کرکے چھنگلیا پر ختم کرے۔ چھنگلیا کو پاؤں کے اوپر سے انگلیوں کی گھائیوں میں داخل کرکے نیچے سے اوپر کی طرف کھینچتا لائے۔

بائیں ہاتھ سے خلال کرنے میں یہ حکمت ہے کہ پاؤں میل کچیل کا محل ہوتے ہیں اور ایسے مقام کی صفائی بائیں ہاتھ سے کرنا آداب میں سے ہے اور چھنگلیا کا انتخاب اس لیے ہے کہ یہ سب سے پتلی

انگلی ہوتی ہے، اس لیے اس کے ذریعے خلال بہتر طریقے سے ہو سکتا ہے۔

یہ واضح رہے کہ خلال اگرچہ سنت ہے، لیکن خاص اسی طریقے سے ہی پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا سنت نہیں، بلکہ بہتر ہے کیونکہ علماء نے اسے مندوبات میں شمار کیا ہے۔ اصل خلال کی سنت کسی بھی طریقے سے خلال کر لینے سے ادا ہو جائے گی۔

بحر الرائق میں ہے: "وصفته في الرجلين أن يخلل بخنصر يده اليسرى خنصر رجله اليمنى ويختم بخنصر رجله اليسرى كذلك ورد الخبر كذا في معراج الدراية وغيره وتعقبه في فتح القدير بقوله والله أعلم به ومثله فيما يظهر أمر اتفاقي لا سنة مقصودة اهـ.لكن ورد بعض هذه الكيفية فيما رواه ابن ماجه عن المستورد بن شداد قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ فخلل أصابع رجليه بخنصره، وأما كونه بخنصر يده اليسرى وبكونه من أسفل فالله أعلم به.... ولعل الحكمة في كونها بالخنصر كونها أدق الأصابع فهي بالتخليل أنسب كذا في شرح المنية "ترجمہ: پاؤں میں خلال کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی کے ساتھ خلال کرے اور دائیں پاؤں کی سب سے چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی سب سے چھوٹی انگلی پر ختم کرے، ایسا ہی ایک روایت میں آیا ہے جیسا کہ معراج الدرایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور فتح القدیر میں علامہ ابن ہمام نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا: "ظاہر یہ ہے کہ اس طرح کی کیفیت کا بیان جو روایت میں آیا ہے یہ امر اتفاقی ہے نہ کہ سنت مقصودہ۔ واللہ اعلم۔" لیکن اس طریقہ کا کچھ حصہ وارد ہوا ہے اس روایت میں جسے ابن ماجہ نے مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اپنی سب سے چھوٹی انگلی کے ساتھ اپنے پاؤں کی انگلیوں کا خلال فرمایا۔" البتہ اس چھوٹی انگلی کا بائیں ہاتھ کی ہونا اور نیچے سے شروع کرنے والی بات تو (اس کا تذکرہ اس روایت میں نہیں ہے) پس اللہ تعالی بہتر جانتا ہے۔۔۔ اور شاید سب سے چھوٹی انگلی

سے خلال کرنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ سب سے پتلی ہوتی ہے اس لیے خلال کے لیے یہ زیادہ مناسب ہے۔اسی طرح شرح منیہ میں مذکور ہے۔
(البحر الرائق، جلد1، صفحہ23، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

رد المحتار میں ہے: " الرجلين محل الوسخ والقذر، ولذا سيذكر الشارح أن من الآداب غسلهما باليسار "ترجمہ: پاؤں میل اور گندگی کا محل ہوتے ہیں، اسی لیے عنقریب شارح ذکر کریں گے کہ پاؤں کو بائیں ہاتھ سے دھونا ادب ہے۔

اسی میں ہے: " . قال في البحر: وقوله: من أسفل إلى فوق يحتمل شيئين: أن يبدأ من أسفل إلى فوق أي من ظهر القدم أو من باطنه كما جزم به في السراج، والأول أقرب اهـ أي فيدخل خنصره من جهة ظهر القدم، فيخلل من أسفل صاعدا إلى فوق لا من جهة باطنه "ترجمہ: بحر میں ہے: اور صاحب کنز کا یہ قول "نیچے سے اوپر کی طرف" دو معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ایک یہ کہ نیچے سے شروع کرکے اوپر کی طرف لائے یعنی عمل قدم کی پشت والی سائیڈ سے بھی ہو سکتا ہے اور اور دوسرا یہ کہ قدم کے پیٹ یعنی نچلی طرف سے بھی جیسا کہ اسی (دوسرے پہلو) پر سراج الوھاج میں جزم فرمایا لیکن پہلا معنی زیادہ قریب ہے یعنی اپنی چھنگلیا کو قدم کی پشت اور ظاہری حصے کی جانب سے داخل کرے اور نیچے سے اوپر کی طرف خلال کرتے ہوئے کھینچتا لائے، نہ یہ کہ قدم کی نچلی طرف سے داخل کرے۔ (ردالمحتار، جلد1، صفحہ118، 117، دارالفکر، بیروت)

بنایہ میں یہی طریقہ بیان کرنے کے بعد لکھا: " وهذه الكيفية لا أصل لها وإنما روى أبو داود والترمذي من حديث المستورد بن شداد، قال: «رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا توضأ يدلك أصابع رجليه بخنصره» فالحديث يقتضي البداية بالخنصر فقط "ترجمہ: یہ کیفیت حدیث میں مذکور نہیں ہے اور ابو داؤد اور ترمذی میں جو مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو فرماتے

ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی کے ساتھ اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو ملتے۔ یہ حدیث فقط چھنگلیا کے ساتھ شروع کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔

(البنایۃ شرح الھدایۃ، جلد1، صفحہ226، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حلبہ میں ہے: " واما البداءۃ بخنصر الیمنی منھا والحکم بخنصر الیسری فافاد الشیخ عز الدین بن عبد السلام کونہ من المندوبات "ترجمہ: پاؤں کا خلال کرنے میں سیدھے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرنا اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے کرنے کا حکم ہونا تو اس کے بارے میں شیخ عز الدین بن عبد السلام نے فرمایا کہ یہ مندوبات میں سے ہے۔

(حلبہ، جلد1، صفحہ69، نوریہ رضویہ، لاھور)

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ مرقاۃ شرح مشکاۃ میں لکھتے ہیں: " أصل السنة يحصل بأي كيفية كانت "ترجمہ: اصل سنت جیسے بھی خلال کرے، حاصل ہو جائے گی۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد2، صفحہ410، دار الفکر، بیروت)

مراۃ المناجیح میں ہے: "اس خلال میں چھنگلی شرط نہیں جیسے بھی ہو جائے، کافی ہے۔"

(مراۃ المناجیح، جلد1، صفحہ288، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

(3) ہاتھوں اور پاؤں دونوں کی انگلیوں کا خلال کرنا ہوتا ہے:

ہاتھوں اور پاؤں دونوں کی انگلیوں کا خلال سنت ہے۔ اگرچہ بعض فقہاء نے مطلقا بس اتنا لکھا کہ انگلیوں کا خلال سنت ہے یعنی یہ وضاحت نہیں کی کہ ہاتھ کی انگلیوں کا سنت ہے یا پاؤں کی یا دونوں کی، لیکن دیگر بعض فقہائے کرام نے اس بات کو مزید واضح انداز سے بیان کیا کہ ہاتھوں اور پاؤں دونوں کی انگلیوں کا خلال سنت ہے اور ایک حدیث پاک میں بھی ہاتھ اور پاؤں دونوں کی انگلیوں کا خلال کرنے کا فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إذا توضأت فخلل بين أصابع يديك ورجليك "ترجمہ: جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کرو۔

(سنن الترمذي، جلد1، صفحه57، مطبوعه مصطفى البابي الحلبي، مصر)

غنیہ شرح منیہ میں ہے:"وتخليل الاصابع سنة ايضا في اليدين و الرجلين"ترجمہ: ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال بھی سنت ہے۔ (غنيه شرح منيه، صفحه23، مطبوعه كوئٹه)

بنایہ میں ہے:"وأطلق الأصابع على أصابع اليدين والرجلين، وذكر في "التحفة" و"القنية" و"المنافع" أصابع اليدين والرجلين"ترجمہ: اور مصنف نے انگلیوں کا اطلاق دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر کیا ہے اور تحفہ، قنیہ اور منافع میں مذکور ہے کہ (اس سے مراد) دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیاں ہیں۔

(بناية شرح الهداية، جلد1، صفحه226، دار الكتب العلميه، بيروت)

مراۃ المناجیح میں ہے:"حق یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں میں بھی خلال کرنا چاہیے۔"

(مراۃ المناجيح، جلد1، صفحه288، نعيمی كتب خانه، گجرات)

(4)انگلیوں کا خلال کب کیا جائے؟

جب ہاتھ کہنیوں تک دھوئیں تو اس وقت ہاتھ کی انگلیوں کا خلال کر لیا جائے اور پاؤں دھوتے وقت پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر لیا جائے تو یہ بہتر ہے اور اگر یہ دونوں خلال آخر میں کر لے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:"بہتر یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے ساتھ کرے اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال پاؤں دھونے کے ساتھ کرے لیکن اگر یہ دونوں خلال پاؤں دھو کر کئے جب بھی جائز۔"

(مراۃ المناجيح، جلد1، صفحه289، نعيمی كتب خانه، گجرات)

(5)دورانِ وضو انگلیوں کے خلال کا حکم کس نوعیت کا ہے؟

وضو میں ہاتھ اور پاؤں دھونا فرض ہے اور ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان جو گھائیاں ہوتی ہیں ظاہر ہے یہ بھی ہاتھ اور پاؤں کا حصہ ہیں لہذا ان گھائیوں میں ہر جگہ پانی پہنچانا بھی

فرض ہے جس کے بغیر وضو صحیح نہیں ہو سکتا۔ اب اگر انگلیوں میں خلال کے بغیر پانی نہ بہتا ہو تو وہاں خلال کر کے پانی پہنچانا فرض ہے۔ یہاں اصل مقصود ان اندرونی جگہوں پر پانی بہانا ہے چاہے وہ خلال کے ذریعے ہو یا کسی اور طریقے سے، چاہے یوں ہی بہالے کہ انگلیوں کی گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دے۔ جیسا کہ صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: "اور اگر بے خِلال کیے پانی اُنگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بے خِلال ہو، مثلاً: گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔"

(بہار شریعت، جلد1، صفحہ295، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

یہاں تک معاملہ تو فرض تھا۔ **جب یہ فرض ادا ہو جائے اور اس بات کا علم ہو جائے کہ پانی انگلیوں کی گھائیوں میں پہنچ چکا ہے، تو اب مزید مبالغہ کے لئے اس کے بعد انگلیوں کا خلال کرنا**(جس کا طریقہ پہلے بیان ہو چکا) **یہ سنت ہے۔**

عامہ فقہائے کرام نے اسے وضو کی سنن میں ہی شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ تنویر الابصار، کنز الدقائق، غرر، المختار، قدوری، نور الایضاح، بدائع، ہدایہ اور اس کے علاوہ دیگر کئی متون و شروح نے اسے وضو کی سنتوں میں ذکر کیا ہے، بلکہ بعض فقہاء نے تو صراحت کی ہے کہ یہ بالاجماع و بالاتفاق سنت ہے یعنی اس کے سنت ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔ چند عبارات ملاحظہ فرمائیں:

درر شرح غرر میں ہے: "(و) سنته أيضا (تخليل اللحية و) تخليل (الأصابع) من اليد والرجلين" ملتقطا ترجمہ: داڑھی اور ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال بھی وضو کی سنتوں میں سے ہے۔ (دررالحکام شرح غررالأحكام، جلد1، صفحہ11، داراحیاء الکتب العربیۃ، بیروت)

المختار میں ہے: "وسنن الوضوء:.... وتخليل اللحية والأصابع" ترجمہ: داڑھی اور انگلیوں کا خلال وضو کی سنتوں میں سے ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار، جلد1، صفحہ8، مطبعہ حلبی، قاہرہ)

تبیین الحقائق وجوہرہ نیرہ میں ہے:"أما تخليل الأصابع فسنة إجماعا"ترجمہ: انگلیوں کا خلال بالاجماع سنت ہے۔

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشلبي، جلد1، صفحہ4، مطبوعہ الکبری امیریہ، قاھرہ)

بحر الرائق میں ہے:" وأما تخليل الأصابع ......فسنة اتفاقا أعني أصابع اليدين والرجلين "ترجمہ: انگلیوں کا خلال بالاتفاق سنت ہے یعنی دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کا خلال۔

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطوري، جلد1، صفحہ23، دار الفکر، بیروت)

فتح القدیر میں ہے:" المعدود في السنن التخليل بعد العلم بوصول الماء إلى ما بينها "ترجمہ: جو امر سنن میں شمار کیا گیا ہے وہ انگلیوں کے درمیان پانی پہنچنے کا علم ہونے کے بعد خلال کرنا ہے۔ (فتح القدیر، جلد1، صفحہ30، دار الفکر، بیروت)

خلال سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟

اکثر فقہائے کرام نے انگلیوں کے خلال کے متعلق سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ ہونے کی صراحت نہیں کی، بلکہ مطلقاً سنت کہا یا سنن وضو میں شمار کیا۔ اور اگر ہم یہاں دلائل و نظائر فقہیہ پر غور کریں، تو واضح ہوتا ہے کہ یہ سنت، مؤکدہ نہیں بلکہ غیر مؤکدہ ہے۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ ہمارے فقہائے کرام جب خلال کو سنت قرار دیتے ہیں، تو اس کے ثبوت کے لیے دو باتیں پیش کرتے ہیں۔

(1) وہ احادیث جن میں خلال نہ کرنے پر وعیدِ نار (آگ کی وعید) ارشاد فرمائی گئی یا خلال کا حکم دیا گیا۔

(2) دوسری بات یہ کہ خلال سے فرض کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ دھونے میں مبالغے کا فائدہ دیتا ہے اور جو کام فرض کی تکمیل کرے، وہ سنت ہوتا ہے۔

چنانچہ بدائع میں خلال کو سنن میں شمار کرتے ہوئے لکھا: "(ومنها): تخليل الأصابع بعد إيصال الماء إلى ما بينها لقول النبي - صلى الله عليه وسلم - «خللوا أصابعكم قبل أن تخللها نار جهنم»......ولأن التخليل من باب إكمال الفريضة فكان مسنونا" ترجمہ: وضو کی سنتوں میں سے ایک سنت انگلیوں میں پانی پہنچا لینے کے بعد ان کا خلال کرنا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے: "اپنی انگلیوں میں خلال کرو اس سے پہلے کہ ان جگہوں کا خلال جہنم کی آگ کرے۔" اور اس لیے کہ خلال ایک فریضہ کو مکمل کرنے کے باب سے ہے، اس لیے وہ سنت ہو گا۔ (بدائع الصنائع، جلد1، صفحہ22، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جامع المضمرات میں انگلیوں کے خلال کے متعلق ہے: "والتخليل للمبالغة سنة" ترجمہ: خلال مبالغے کے لیے سنت ہے۔ (جامع المضمرات، مخطوط)

منیہ اور اس کی شرح غنیہ میں ہے: "وتخليل الاصابع سنة ايضا في اليدين والرجلين لما في السنن الأربعة من حديث لقيط بن صبرة. قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إذا توضأت فأسبغ الوضوء وخلل الأصابع» قال الترمذي: حديث حسن صحيح. وروى هو وابن ماجه عن ابن عباس رضي الله عنهما۔ قال قال عليه الصلاة والسلام «إذا توضأت فخلل أصابع يديك ورجليك» وقال: حسن غريب وعنه عليه الصلاة انه قال: خللوا أصابعكم لا يخللها الله بالنار يوم القيامة رواه الدار قطني و هو ضعيف وفي الطبراني: من لم يخلل أصابعه بالماء خللها الله بالنار يوم القيامة" ترجمہ: ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال بھی سنت ہے کیونکہ سنن اربعہ میں لقیط بن صبرہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تو وضو کرے تو اچھی طرح وضو کر اور اپنی انگلیوں کے درمیان خلال کر۔" امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تو وضو کرے تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔ اور فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی انگلیوں میں خلال کرو تاکہ ان میں جہنم کی آگ سے خلال نہ کیا جائے۔ اسے امام دار قطنی نے روایت کیا اور یہ روایت ضعیف ہے۔ طبرانی میں ہے: جو اپنی انگلیوں کا پانی کے ساتھ خلال نہ کرے، اللہ تعالی قیامت کے دن ان میں آگ داخل فرمائے گا۔ (غنیہ، جلد1، صفحہ23، مطبوعہ کوئٹہ)

جہاں تک پہلی دلیل یعنی احادیث کا معاملہ ہے تو جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ یہاں دو طرح کی احادیث ہیں۔ ایک وہ ہیں جن میں خلال نہ کرنے پر عذاب نار کی وعید سنائی گئی ہے اور قطع نظر ان کی اسنادی حیثیت کے ، ایسی احادیث کے حوالے سے محققین فقہائے کرام نے وضاحت فرمائی کہ یہ احادیث خلال کی اس صورت پر محمول ہیں کہ جب انگلیوں کی گھائیوں میں ابھی پانی نہ پہنچا ہو کیونکہ یہی وہ صورت ہے جس میں خلال نہ کرنے (یعنی پانی نہ پہنچانے) پر عذاب نار کی وعید متعلق ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم جس خلال کے سنت ہونے کے متعلق بات کر رہے ہیں، وہ تو پانی پہنچنے کا علم ہونے کے بعد کی صورت ہے اور یہ خلال مقرون بالوعید نہیں یعنی اس خلال کو ترک کرنے پر عذاب نار کی وعید متعلق نہیں ہو سکتی۔

اور دوسری وہ احادیث جن میں صیغہ امر کے ساتھ خلال کرنے کا حکم دیا تو وہاں اگر امر وجوب کے لیے لیا جائے، تو یہ وجوبی امر بھی خلال کی پہلی صورت سے متعلق ہو گا اور اس کا مفہوم بھی یہی ہو گا کہ پانی پہنچانا لازم ہے۔ پانی پہنچنے کا علم ہونے کے بعد خلال کا وجوبی حکم نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ علامہ اکمل الدین بابرتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ”الوعید مصروف بما إذا لم یصل الماء بین الأصابع“ ترجمہ: اور حدیث میں موجود وعید محمول ہے اس صورت پر جبکہ انگلیوں کے درمیان پانی نہ پہنچا ہو۔ (العنایہ، جلد1، صفحہ31، دار الفکر، بیروت)

محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: ”المعدود في السنن التخليل

بعد العلم بوصول الماء إلى ما بينها وهو ليس واجبا، وحينئذ فليس هو مقرونا بالوعيد بتقدير الترك" ترجمہ: جو امر سنن میں شمار کیا گیا ہے وہ انگلیوں کے درمیان پانی پہنچنے کا علم ہونے کے بعد خلال کرنا ہے، اور یہ واجب نہیں ہے، لہذا یہ ایسا خلال نہیں جو ترک کر دینے کی صورت میں وعید سے مقرون (ملا) ہو۔ (فتح القدیر، جلد 1، صفحہ 30، دار الفکر، بیروت)

مزید آگے چل کر لکھتے ہیں: " وعندي أنها كلها للوجوب والمراد الأمر بإيصال الماء إلى ما بينها إفادة أنه لا يجوز ترك ما خفي مما هو بينها" ترجمہ: ترجمہ: میرے نزدیک یہ سب احادیث وجوب کے لیے ہیں اور مراد انگلیوں کے مابین پانی پہنچانے کا حکم دینا ہے، یہ افادہ کرتے ہوئے کہ ان کے درمیان چھپی ہوئی جگہ کو چھوڑنا، جائز نہیں ہے۔
(فتح القدیر، جلد 1، صفحہ 31، دار الفکر، بیروت)

اسی طرح صاحب غنیہ نے احادیث ذکر کرنے کے بعد لکھا: " والامر والوعيد في هذه الاحاديث محمول على ايصال الماء الى ما بينهما فانه لا يجوز ترک ما خفي مما هو بينها" ترجمہ: ان احادیث میں امر اور وعید انگلیوں کے درمیان پانی پہنچانے پر محمول ہیں کیونکہ ان کے درمیان چھپی ہوئی جگہ کو چھوڑنا، جائز نہیں ہے۔ (غنیہ، جلد 1، صفحہ 23، مطبوعہ کوئٹہ)

ہاں اگر احادیث میں موجود خلال کے امر کو ترغیب پر محمول کریں تو یہ ترغیب مستحب درجے کی بھی ہو سکتی ہے اور سنت درجے کی بھی اور دوسری دلیل کہ خلال کرنے سے فرض کی تکمیل ہوتی ہے، اس دلیل سے بھی سنت ثابت ہو سکتی ہے۔

تو حاصل کلام یہ نکلا کہ (1) ایک دلیل تو حدیث میں خلال کا امر (حکم) وارد ہونا ہے۔ (2) دوسری دلیل یہ کہ خلال فرض کی تکمیل کا باعث بنتا ہے۔ ان دونوں دلائل سے سنت ہونا تو ثابت ہوتا ہے، لیکن ان دونوں دلائل سے اس سنت کا مؤکدہ ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ سنت غیر مؤکدہ میں بھی یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ یونہی فقہائے کرام کے علی الاطلاق کسی معاملے کو سنن

میں شمار کرنا بھی اس کے مؤکدہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتا جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

لہذا دارو مدار اس بات پر رہا کہ ہم اس مسئلے کی نظائر پر غورو فکر کر کے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہاں شریعت میں اس حکم کی طلب کس درجے کی ہے؟ کیونکہ حکم کے مؤکد ہونے یا نہ ہونے کا مدار اسی بات پر ہوتا ہے، جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے "الجود الحلو" میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ پھر اگر ہم کتب فقہ میں موجود اس مسئلے کی نظائر پر غور کرتے ہیں، تو واضح ہوتا ہے کہ یہاں طلبِ شارع سنت مؤکدہ کے درجے کی نہیں ہے، اس لیے یہ سنت غیر مؤکدہ ہے۔

چنانچہ اس مسئلے کی ایک **بہت قریبی نظیر** وضو کے دوران تحریک خاتم (انگوٹھی کو حرکت دینے) والا مسئلہ ہے کہ فقہائے کرام نے خود اس کو خلال کی مثل قرار دیا اور یہاں بھی بعض احادیث وارد ہوئی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے دوران انگوٹھی کو حرکت دیا کرتے تھے اور یہ بھی فرض کی تکمیل اور مبالغے کا فائدہ دیتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اکثر فقہائے کرام (مثل در مختار، تبیین، نورالایضاح، طحطاوی علی المراقی، مجمع الانہر، بہار شریعت وغیرہ) نے اسے مستحبات و آدابِ وضو میں شمار کیا اور بعض (مثل خلاصہ و مجموع النوازل) نے اگر سنت بھی کہا ہے تو مؤکدہ ہونے کی تصریح نہیں فرمائی۔ چند عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "كان إذا توضأ، حرك خاتمه" ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے وضو کرتے تو اپنی انگلی کی انگوٹھی کو ہلاتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 153، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: "انگوٹھی اگر تنگ ہو کہ بغیر ہلائے اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو وضو میں اس کا ہلانا فرض ہے اور اگر ڈھیلی ہو کہ بغیر ہلائے بھی نیچے پانی پہنچ جائے تو اس کا ہلانا مستحب ہے۔"

(مراۃ المناجیح، جلد1، صفحہ298، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

اسی حدیث کے تحت علامہ سندی لکھتے ہیں: "قالوا هذا لازم إن كان ضيقا وإن كان واسعا يصل الماء إليه بلا تحريك غير لازم نعم هو أحوط" ترجمہ: انگوٹھی ہلانا اس وقت لازم ہے جب انگوٹھی تنگ ہو اور اگر کھلی ہو کہ بغیر ہلائے پانی پہنچ جائے تو لازم نہیں ہاں احوط ہے۔

(حاشية السندي على سنن ابن ماجه، جلد1، صفحہ169، دار الجبل، بیروت)

عمدۃ القاری میں انگوٹھی کو حرکت دینے کے متعلق ہے: "انه في معنى تخليل الأصابع" ترجمہ: انگوٹھی کو حرکت دینا انگلیوں میں خلال کرنے کے معنی میں ہے۔

(عمدۃ القاری، جلد3، صفحہ23، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مراقی الفلاح اور حاشیہ طحطاوی میں ہے: "و من آدابه ....تحريك خاتمه الواسع للمبالغة في الغسل (أما الضيق فإن علم وصول الماء استحب تحريكه والا افترض) " ومابين الهلالين من الطحطاوی، ترجمہ: وضو کے آداب میں سے ہے کہ ہاتھ دھوتے وقت کھلی انگوٹھی کو مبالغے کے لیے حرکت دی جائے اور اگر انگوٹھی تنگ ہو اور پانی پہنچ جانے کا علم ہو جائے تو حرکت دینا مستحب ہے ورنہ فرض ہے۔

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص76، دار الكتب العلمية، بیروت)

مجمع الانہر و تبیین میں ہے، واللفظ للمجمع: "ومن آدابه أي بعض آدابه۔۔۔ وتحريك خاتمه الواسع، وإن كان ضيقا يجب نزعه أو تحريكه" ترجمہ: وضو کے آداب میں سے ہے کہ کشادہ انگوٹھی کو حرکت دی جائے اور اگر انگوٹھی تنگ ہو تو اسے اتارنا یا حرکت دینا واجب ہے۔

(مجمع الانہر، جلد1، صفحہ16، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

منیہ اور اس کی شرح غنیہ میں ہے: "ومن الآداب (ان يحرك خاتمه ان كان واسعا مبالغة فی الاسباغ" ترجمہ: اور آداب میں سے ہے کہ اگر اس کی انگوٹھی کھلی ہے تو اس کو حرکت دے پانی بہانے میں مبالغہ کی غرض سے۔ (غنیہ، صفحہ30، مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ ابن امیر حاج نے آدابِ وضوء میں اس کے مستحب ہونے کو" اوجہ" کہا (ج1/100)اور پھر باب الغسل میں اس کا سنت ہونا تسلیم کیا، لیکن وہاں بھی وضاحت فرمائی کہ سنت سے مراد استحباب ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:" وان لم یکن ضیقا لا یجب تحریکه انتھی بل یکون سنة کماقداشارفی الخلاصة ذکره فی مجموع النوازل وغیره۔۔۔وعلی قیاس ھذا انه اذا کان القرط فی الثقب ولم یکن ضیقا بل کان بحیث یعلم وصول الماء الیه بمروره علیه لا یجب تحریکه بل یکون سنة وقداشارفی الخلاصة الی ھذا **والظاھران المرادبالسنة ھناالاستحباب** "ترجمہ:اور اگر انگوٹھی تنگ نہ ہو تو اسے حرکت دیناواجب نہیں، (انتہی)بلکہ سنت ہے جیسا کہ اس کی طرف صاحب خلاصہ نے اشارہ کیااور اسے مجموع النوازل وغیرہ نے ذکر کیا۔اور اس پر قیاس کرتے ہوئے یہ مسئلہ ہے کہ اگر کان کے سوراخ میں کانٹے موجود ہیں اور وہ تنگ نہیں ہیں بلکہ ایسے ہیں کہ اگر ان کے اوپر سے پانی گزرے تو پانی کا(سوراخ کے) اندر جانا معلوم ہو جاتا ہے تو اب ان کانٹوں کو حرکت دیناواجب نہیں بلکہ سنت ہے، اور اس بات کی طرف بھی صاحب خلاصہ نے اشارہ کیاہے **اور ظاہر یہ ہے کہ اس سنت سے مراد یہاں استحباب ہے۔**

(حلبہ،جلد1،صفحہ151،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے کلام سے انگوٹھی کو حرکت دینے کاراجح حکم یہ واضح ہوتا ہے کہ انگوٹھی کو حرکت دینا محض مستحب نہیں بلکہ سنت ہے لیکن یہ سنت، سنت مؤکدہ سے کم درجے کی ہے چنانچہ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے چند امور کو وضو کے آداب میں سے شمار کیا تھا جس پر رد کرتے ہوئے اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ثابت کیا کہ یہ امور محض آداب نہیں بلکہ سنن میں سے ہیں۔

چنانچہ امام اہلسنت لکھتے ہیں:" اس سے قطع نظر بھی ہو تو محقق نے انہیں آداب میں یہ افعال بھی شمار فرمائے،(1) نزع خاتم علیه اسمه تعالی واسم نبیه صلی اللہ تعالی علیه

وسلم حال الاستنجاء (2) وتعاهد ماتحت الخاتم (3) وان لا یلطم وجهه بالماء (4) والدلک خصوصافی الشتاء۔۔۔۔

اور شک نہیں کہ (1) وقتِ استنجاء اُس انگشتری کا جس پر اللہ عزّوجل یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک یا کوئی متبرک لفظ ہو اُتار لینا صرف **مستحب ہی نہیں قطعاسنّت اور اُس کا ترک ضرور مکروہ بلکہ اساءت ہے** بلکہ مطلقاً کچھ لکھا ہو حروف ہی کا ادب چاہئے بلکہ ایسی انگوٹھی پہن کر بیت الخلا میں جانا ہی مکروہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔(2) یونہی انگشتری ڈھیلی ہو تو اُسے جنبش دینی وضو میں سنّت ہے اور تنگ ہو کہ بے تحریک پانی نہ پہنچے گا تو فرض۔۔۔۔۔۔(3) یونہی وضو میں منہ پر زور سے چھپاکا مارنا مکروہ اور اس کا ترک مسنون۔۔۔۔۔(4) یونہی اعضاء کا ملنا بھی مثل غسل سنّتِ وضو بھی ہے۔۔۔۔۔۔ھذا وقدنبه من ھذہ الافعال الاربعة علی سنية الاخيرين فی البحر۔**اقول:** والعجب ترک الاولین مع نقله ایاھما ایضا عن الفتح فالسکوت یکون اشدایھامامما لولم یاثرھما ولا شک ان الثانی مثل الرابع الذی استند فیه البحر الی ان الخلاصة جعله سنة فکذلک نص فیھا علی سنية الثانی ایضا **اما الاول فاھم الکل واحقھا بالتنبيه** والبحر نفسه صرح فی الاستنجاء بما سمعت ولکن جل من لا یغیب عن علمه شیئ قط۔"

(فتاوی رضویه، جلد1، صفحه667تا669، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

وجہ استدلال:

امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے یہاں جس انداز سے کلام کیا ہے، وہ واضح بتاتا ہے کہ مذکورہ بالا چاروں چیزیں جنہیں صاحب فتح القدیر نے آداب میں سے شمار کیا تھا، وہ ساری سنن ہیں، لیکن ان چار میں سے پہلی چیز سب سے زیادہ مؤکد ہے بقیہ کا درجہ اس سے کم ہے۔ اسی لئے پہلی کو "سب سے زیادہ اہم اور احق بالتنبیہ" فرمایا اور اس کے ترک کو "اساءت" بتایا جبکہ بقیہ کے ترک کو اساءت نہیں کہا۔ تو پتا چلا کہ پہلی چیز سنت مؤکدہ ہے اور بقیہ چیزیں سنن غیر مؤکدہ ہیں اور اس کی تائید یہ بھی ہے کہ

تیسری چیز یعنی منہ پر زور سے پانی مارنے کو در مختار وغیرہ نے مکروہ تنزیہی کہا جو سنت غیر مؤکدہ کے ترک کا حکم ہے نہ کہ مؤکدہ کے ترک کا۔

اور پھر یہاں سے اگرچہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ راجح تحریکِ خاتَم کا مستحب ہونا نہیں بلکہ سنت ہونا ہے لیکن دوسری طرف فقہائے کرام کی اکثریت کا اسے مستحبات و آداب میں شمار کرنا اور محقق علامہ ابن امیر حاج حلبی کا سنت تسلیم کرکے یہ کہنا کہ مراد استحباب ہے، کم از کم یہ ضرور بتاتا ہے کہ اس امر میں طلبِ شارع ترغیبی ہے، اس قدر تاکیدی نہیں جس قدر سنتِ مؤکدہ میں تاکیدی ہوتی ہے ورنہ یہ سارے فقہاء اس تاکید کو بیان نہ کریں، یہ بعید ہے۔

ان جزئیات سے جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ڈھیلی انگوٹھی جس کے نیچے پانی بآسانی پہنچ جاتا ہے، اس کو ہلانا مؤکدہ سنت نہیں بلکہ غیر مؤکدہ ہے تو انگلیوں کی گھائیوں میں پانی پہنچنے کا علم ہونے کے بعد انگلیوں کا خلال بدرجہ اَولیٰ سنت غیر مؤکدہ ہوگا کیونکہ انگلیوں کے درمیان موجود قدرتی وسعت و کشادگی عموماً انگوٹھی و انگلی کے درمیان والی کشادگی سے زیادہ ہوتی ہے اور یہاں اس قدر توجہ کی حاجت نہیں ہوتی جتنی توجہ کی حاجت انگوٹھی میں ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے بعض علماء نے اس کو مستحب بھی کہا ہے جو سنت غیر مؤکدہ کے قریب کا درجہ ہے جیسا کہ اوپر حلبہ کا کلام مستحب ہونے کے متعلق گزرا نیز امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ انگلیوں کے خلال سے متعلق حدیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: "وإذا كان تخليل ما بين الأصابع في وضوء الصلاة مع سعة ما بينهما مما يستحب للمتوضئ، أن يفعله، كان لابس الخاتم مع ضيق ما بينه وبين الأصابع التي يلبسها إياه، بمثل ذلك من تحريك خاتمه في وضوئه لصلاته بذلك أولى "ترجمہ: نماز کے وضو میں، وضو کرنے والے کے لئے جب انگلیوں کے مابین خلال مستحب ہے باوجود اس کے کہ انگلیوں میں کشادگی ہوتی ہے تو جس شخص نے انگوٹھی پہنی ہو اس کے لیے نماز کے وضو میں انگوٹھی کو حرکت دینا بدرجہ اولی مستحب ہوگا کہ جس انگلی میں انگوٹھی پہنی ہو اس میں اور

انگلی میں کشادگی کم ہوتی ہے۔

(شرح مشکل الآثار، جلد13، صفحہ403، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: "یہ خلال ہمارے ہاں مستحب ہے، امام مالک کے نزدیک فرض۔ لہذا کرنا چاہیئے تاکہ اختلاف سے بچ جائیں۔"

(مراۃالمناجیح، جلد1، صفحہ288، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

حکمِ حدیث اور سنن میں شمار کیے جانے کے باوجود سنت کے غیر مؤکدہ ہونے پر نظائر:

واضح رہے کہ کسی معاملے کا حدیث میں حکم آنا مطلقا اس کے سنت مؤکدہ ہونے کا تقاضا نہیں کرتا۔ یونہی فقہائے کرام کا کسی چیز کو مطلقا سنن شمار کرنا بھی سنت مؤکدہ ہونے کا تقاضا نہیں کرتا۔ اس پر کئی نظائر پیش کی جاسکتی ہیں کہ جن کو فقہاء نے سنن میں شمار کیا لیکن وہ سنن مؤکدہ نہیں ہیں۔

چنانچہ

پہلی نظیر (استنجاء سے قبل ہاتھ دھونا):

اس پر ایک نظیر استنجاء سے پہلے ہاتھ دھونے کی سنت ہے کہ بتصریحِ فقہاء استنجاء سے پہلے تین بار کلائیوں تک ہاتھ دھونا سنت ہے، اگرچہ سو کر نہ جاگا ہو۔ فقہائے کرام نے اسے وضو کی سنن میں بھی شمار کیا ہے اور ایک حدیث پاک میں اس کا حکم بھی دیا گیا ہے (اور فعلی احادیث بھی موجود ہیں جن کا تذکرہ حلبہ میں ہے)۔ لیکن اس کے باوجود فقہائے کرام اس کو علی الاطلاق سنت مؤکدہ نہیں مانتے، بلکہ تفصیل کرتے ہیں کہ اگر ایسا موقع ہے کہ جہاں نجاست ہاتھوں پر لگے ہونے کا اندیشہ و توہم ہے، تو اس وقت یہ سنت مؤکدہ ہوگی، ورنہ عام حالات میں یہ سنت غیر مؤکدہ ہوگی۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے: "(وسنن الطهارة غسل اليدين قبل إدخالهما الإناء إذا استيقظ المتوضئ من نومه) لقوله -عليه الصلاة والسلام- «إذا استيقظ أحدكم من منامه فلا يغمسن يده في الإناء حتى يغسلها ثلاثا فإنه لا يدري أين باتت يده» ولأن اليد آلة التطهير فتسن البداءة بتنظيفها" ترجمہ: طہارت کی سنتوں میں سے ایک سنت سو کر

اٹھنے والے کے لیے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھونا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ جب تم میں سے کوئی سو کر اٹھے تو اپنے ہاتھ تین بار دھونے سے پہلے برتن میں ہر گز نہ ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھوں نے رات کہاں گزاری؟ اور اس وجہ سے کہ ہاتھ پاکی کا آلہ ہیں اس لیے پہلے انہیں پاک کرنا سنت ہو گا۔

(ھدایہ، جلد1، صفحہ15، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صاحب فتح القدیر اس کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: "وقیل بأنه سنة مطلقا للمستيقظ وغيره في ابتداء الوضوء، وهو الأولى؛ لأن من حكى وضوءه -عليه الصلاة والسلام- قدمه، وإنما يحكي ما كان دأبه وعادته لا خصوص وضوئه الذي هو عن نوم، بل الظاهر أن اطلاعهم على وضوئه عن غير النوم، نعم مع الاستيقاظ وتوهم النجاسة السنة آكد" ترجمہ: کہا گیا ہے کہ وضو کی ابتداء میں ہاتھ دھونا سو کر اٹھنے والے یا جاگے ہوئے دونوں کے لیے مطلقا سنت ہے اور یہی اولی ہے کیونکہ جس نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کو بیان فرمایا انہوں نے ہاتھ دھونے کو سب سے پہلے ذکر فرمایا اور راوی جب کوئی چیز بیان کرتا ہے تو وہ وہی بات بیان کرتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت و طریقہ ہوا کرتا تھا نہ کہ اس وضو کی حکایت کرے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند سے بیدار ہونے پر کیا بلکہ ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرام کو اطلاع ہی اس وضو پر تھی جو نیند سے بیدار ہونے کے علاوہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا۔(بہر حال یہ سنت مطلقا ہے) ہاں سو کر اٹھنے اور نجاست کے وہم کی وجہ سے یہ سنت موکدہ ہو جائے گی۔

(فتح القدیر للکمال ابن الھمام، جلد1، صفحہ21، دار الفکر، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: " پیش از استنجا تین بار دونوں کلائیوں تک دھونا مطلقاً سنّت ہے اگرچہ سوتے سے نہ جاگا ہو، یہ اُس سنّت سے جُدا ہے کہ وضو کی ابتدا میں تین تین بار ہاتھ دھوئے جاتے ہیں ..... ردالمحتار میں ہے: خص المصنف بالمستيقظ

تبرکا بلفظ الحدیث والسنة تشمل المستیقظ وغیرہ وعلیه الاکثرون اھ وفی النھر الاصح الذی علیه الاکثر انه سنة مطلقالکنه عند توھم النجاسة سنة مؤکدۃ کما اذا نام لاعن استنجاء اوکان علی بدنه نجاسة وغیر مؤکدۃ عند عدم توھمھا کما اذا نام لاعن شیئ من ذلک اولم یکن مستیقظا عن نوم اھ ونحوہ فی البحر اھ۔

اقول : ووجھه ان النجاسة اذا کانت متحققة کمن نام غیر مستنج واصابة الید فی النوم غیر معلومة کانت النجاسة متوھمة امااذا لم تکن نفسھا متحققة فالتنجس بالاصابة توھم علی توھم فلا یورث تاکد الاستنان "ترجمہ: مصنّف نے نیند سے اٹھنے والے کے ساتھ لفظ حدیث سے برکت حاصل کرنے کے لئے کلام خاص کیا۔ اور سنت نیند سے اٹھنے والے کے لئے بھی اور اس کے علاوہ کے لئے بھی ہے۔ اسی پر اکثر حضرات ہیں اھ۔ النہر الفائق میں ہے: اصح جس پر اکثر ہیں، یہ ہے کہ وہ مطلقا سنت ہے لیکن نجاست کا احتمال ہونے کی صورت میں سنتِ مؤکدہ ہے مثلاً بغیر استنجا کے سویا ہو، یا سوتے وقت اس کے بدن پر کوئی نجاست رہی ہو۔ اور نجاست کا احتمال نہ ہونے کی صورت میں سنّتِ غیر مؤکدہ ہے مثلاً ان میں سے کسی چیز کے بغیر سویا ہو یا نیند سے اٹھنے کی حالت نہ ہو۔ اھ۔ اسی کے ہم معنیٰ بحر میں بھی ہے۔

اقول: اس کی وجہ یہ ہے کہ نجاست جب متحقق ہے۔ جیسے اس کے لئے جو بغیر استنجا کے سویا ہو۔ اور نیند میں نجاست پر ہاتھ کا پہنچنا معلوم نہیں ہے تو ہاتھ میں نجاست لگنے کا صرف احتمال ہے لیکن جب خود نجاست ہی متحقق نہیں تو ہاتھ میں نجاست لگنے کا احتمال در احتمال ہے اس لئے اس سے مسنونیت مؤکد نہ ہو گی۔" (فتاوی رضویہ، جلد 1، صفحہ 596 تا 598، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

جیسے یہاں احادیث (قولی و فعلی) سے ہاتھ دھونے کا حکم، ثبوت اور ترغیب موجود تھی اور کتب فقہ میں اسے مطلقاً سنن میں شمار بھی کیا گیا تھا، لیکن اس کے باوجود فقہائے کرام نے فرمایا کہ یہ سنت غیر مؤکدہ ہے، ہاں مؤکدہ ہونے کا مدار نجاست کے توہم و احتمال پر رہا، ایسے ہی انگلیوں کے خلال والے مسئلے میں بھی یہ ممکن ہے کہ حدیث سے ثبوت و ترغیب ہونے کے باوجود اور سنن وضو میں شمار

کیے جانے کے باوجود اسے سنن غیر مؤکدہ قرار دیا جائے۔

دوسری نظیر (مسواک):

اسی سے ملتی جلتی ایک اور مثال مسواک کی بھی ہے، کہ اس کی ترغیب و مواظبت پر احادیث بھی ہیں اور عامہ متون نے اسے سنت بھی مانا ہے، لیکن اس کے باوجود مطلقا سنت مؤکدہ نہیں، بلکہ **مؤکدہ اس وقت ہوگی جب منہ میں تغیر ہو ورنہ غیر مؤکدہ** جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے اس مسئلے کی تحقیق بیان کی ہے اور داڑھی کے خلال کے مسئلے میں ہم ان کی عبارت نقل کریں گے۔

ان نظائر و دلائل سے یہ بات بخوبی روشن ہو جاتی ہے کہ وضو میں انگلیوں کی گھائیوں میں پانی پہنچنے کا علم ہو جانے کے بعد ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال سنت غیر مؤکدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بعض علماء نے اس کو مستحب بھی کہا ہے جو سنت غیر مؤکدہ کے قریب کا درجہ ہے جیسا کہ اوپر حلبہ کا کلام مستحب ہونے کے متعلق گزرا۔ نیز مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: "یہ خلال ہمارے ہاں مستحب ہے، امام مالک کے نزدیک فرض۔ لہذا کرنا چاہیئے تا کہ اختلاف سے بچ جائیں۔" (مراۃالمناجیح، جلد1، صفحہ288، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

اشکال:

آپ نے یہ تحقیق بیان کی کہ خلال سنت غیر مؤکدہ ہے، جبکہ درج ذیل دو جزئیات میں صراحتاً خلال کو سنت مؤکدہ کہا گیا ہے:

(1) رد المحتار میں ہے: "(قولہ: وتخلیل الأصابع) ھو سنۃ مؤکدۃ اتفاقا سراج

"ترجمہ: شارح کا قول "انگلیوں کا خلال کرنا" یہ اتفاقاً سنت مؤکدہ ہے، سراج الوھاج۔

(ردالمحتار، جلد1، صفحہ، 117، دارالفکر، بیروت)

(2) فتاوی عالمگیری میں ہے: "(ومنھا تخلیل الأصابع)....وھذا سنۃ مؤکدۃ اتفاقا

کذا في النهر الفائق" ترجمہ: وضو کی سنتوں میں سے ایک سنت انگلیوں کا خلال ہے اور اتفاقاً یہ سنت مؤکدہ ہے جیسا کہ نہر الفائق میں ہے۔ الفتاوی الهندیة، جلد 1، صفحہ 7، دار الفکر، بیروت)

جواب:

خلال کے لیے "سنة مؤكدة اتفاقا" کے الفاظ رد المحتار میں السراج الوہاج کے حوالے سے ہیں۔ اور "السراج الوہاج" کو کتب ضعیفہ، غیر معتبرہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اور یہاں السراج الوھاج کی یہ بات معتمد کتب کے خلاف بھی ہے، کیونکہ دیگر معتبر کتب میں اس مقام پر جو بات لکھی وہ "سنة إجماعا" یا "سنة إتفاقا" کے الفاظ ہیں یعنی مؤکدہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ علامہ حدادی نے جب السراج الوھاج کا اختصار کر کے الجوھر النیرۃ لکھی (جو معتبر کتب میں شمار کی گئی) تو اس میں "مؤكدة" والا لفظ حذف کر کے فقط "سنة اتفاقا" کا لفظ لکھا۔

امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے السراج الوھاج سے ایک ایسا مسئلہ نقل کیا جس کی تعبیر میں وہ منفرد تھے تو اس پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا: "فما في السراج غريب جداً ولم يستند لمعتمد وخالف المعتمدات ونقول الثقات ولا يظهر له وجه، وقد قال في كشف الظنون: (السراج الوهاج عدّه المولى المعروف ببركلي من جملة الكتب المتداولة الضعيفة غير المعتبرة) اهـ، قال چلپي (ثم اختصر هذا الشرح وسماه الجوهر النير) اهـ. أقول: بل "الجوهرة النيرة" وهي من الكتب المعتبرة كما نصّ عليه في ردّ المحتار" ترجمہ: بہر صورت جو سراج میں ہے وہ بہت ہی غریب ہے اور کسی معتمد کتاب کی سند اس پر موجود نہیں، بلکہ کتب معتمدہ اور نقول مستندہ کے صریح خلاف ہے، اور اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی ہے، کشف الظنون میں ہے کہ سراج الوہاج کو مولی المعروف برکلی نے کتبِ متداولہ، ضعیفہ غیر معتبرہ میں شمار کیا ہے اھ اور چلپی نے فرمایا پھر اس کتاب کو مصنف نے مختصر کیا اور اس کا نام الجوہر النیر رکھا۔ اھ (اعلی حضرت فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: بلکہ الجوہرۃ النیرۃ نیرہ نام رکھا اور یہ

کتب معتبرہ سے ہے جیسا کہ اس کی صراحت ردالمحتار میں موجود ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد2، صفحہ470، رضا فاونڈیشن، لاهور)

بحر الرائق میں ہے: "وأما تخليل الأصابع ......فسنة اتفاقا" ترجمہ: انگلیوں کا خلال اتفاقاً سنت ہے۔ (البحر الرائق، جلد1، صفحہ23، دار الکتاب اسلامی، بیروت)

اسی طرح تبیین الحقائق میں ہے: "وأما تخليل الأصابع فسنة إجماعا" ترجمہ: انگلیوں کا خلال اجماعاً سنت ہے۔ (تبیین الحقائق، جلد1، صفحہ4، مطبعۃ الکبری امیریہ، قاھرہ)

اور الجوہرۃ النیرۃ میں بالکل تبیین والے الفاظ ہیں یعنی: "وأما تخليل الأصابع فسنة إجماعا" ترجمہ: انگلیوں کا خلال اجماعاً سنت ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ، جلد1، صفحہ6، المطبعۃ الخیریہ، بیروت)

اور نہر الفائق کی عبارت جو ہندیہ میں نقل کی گئی تو نہر الفائق نے اگرچہ کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید انہوں نے بھی یہ بات السراج الوھاج سے لی ہو بہر حال دیگر معتمد کتب کی عبارات کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ بات معتبر نہیں۔

اور اس مقام پر فقہاء کی جو گفتگو ہے اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ السراج الوھاج و نہر الفائق نے جو مؤکدہ کے الفاظ بڑھائے ہیں، یہ درست نہیں، کیونکہ فقہاء اس مقام پر پہلے داڑھی کے خلال سے متعلق طرفین (امام اعظم و امام محمد) اور امام ابو یوسف رحمھم اللہ کا اختلاف نقل کرتے ہیں کہ طرفین کے نزدیک داڑھی کا خلال مستحب یا جائز ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سنت۔ اور پھر اس کے بعد انگلیوں کے خلال کا ذکر کر کے کہتے ہیں یہ بالاتفاق سنت ہے۔ یعنی یہ بات کہہ کر اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ داڑھی کے خلال کے سنت ہونے یا نہ ہونے کا جو اختلاف ائمہ میں تھا، وہ اختلاف یہاں نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے وہ اختلاف سنت ہونے یا نہ ہونے کے متعلق تھا نہ کہ مؤکدہ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق۔ نیز اگر اس کا مؤکدہ ہونا ائمہ سے مروی ہوتا ہے تو دیگر فقہائے کرام

بھی اس کا ذکر کرتے اور جو استحباب کی طرف گئے تھے ان کا رد بھی انہی عبارات سے کر دیا جاتا، تو معلوم ہوا کہ یہاں السراج الوھاج کا "مؤکدہ" کے الفاظ بڑھانا کسی طرح قرین قیاس نہیں۔

(6) نل کے نیچے ہاتھ پاؤں دھونے کی صورت میں خلال کا حکم:

انگلیوں کا خلال سنت ہے، لیکن علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر بہتے وجاری پانی میں ہاتھ پاؤں دھوئے ہیں، تو اب یہ دھونا ہی خلال کے قائم مقام ہو جائے گا، بلکہ اگر ٹھہرے پانی میں ہاتھ یا پاؤں ڈال کر ان کو حرکت دی تو اب یہ حرکت دینا خلال کے قائم مقام شمار ہو گا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: "وفي البحر ويقوم مقامه: أي تخليل الأصابع الإدخال في الماء ولو لم يكن جاريا." ترجمہ: بحر میں ہے: پانی میں ہاتھ داخل کرنا انگلیوں کا خلال کرنے کے قائم مقام ہو جائے گا، اگرچہ وہ جاری نہ ہو۔

(ردالمحتار، جلد1، صفحہ117، دارالفکر، بیروت)

مراقی الفلاح اور اس پر حاشیہ طحطاوی میں ہے: "(ويكفي عنه إدخالها في الماء الجاري ونحوه) قال في الشرح وما هو في حكمه اهـ أي وهو الماء الكثير والظاهر أنه في الماء الكثير الراكد لا يقوم مقام التخليل إلا بالتحريك وحينئذ فلا فرق بين القليل والكثير بخلاف الجاري لأنه بقوته يدخل الأثناء" وما بين الهلالين من المراقی ترجمہ: جاری پانی وغیرہ میں ہاتھ ڈالنا ہی خلال کے لیے کافی ہے۔ اس کی شرح میں فرمایا: یا جو اس کے حکم میں ہو یعنی کثیر پانی ہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ٹھہرے ہوئے کثیر پانی میں فقط ہاتھ ڈالنا کافی نہیں ہو گا بلکہ ہلانا ضروری ہو گا لہذا قلیل و کثیر میں کوئی فرق نہیں برخلاف جاری پانی کے کیونکہ جاری پانی اپنی قوت سے انگلیوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

(طحطاوي على مراقي الفلاح، صفحہ71، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

لہذا اگر نل سے نکلنے والے بہتے ہوئے پانی کے نیچے ہاتھ و پاؤں رکھ کر دھو رہے ہیں تو اب اس

طرح دھونے سے ہی خلال کی سنت ادا ہو جائے گی، البتہ پاؤں کی انگلیوں کی کروٹیں چونکہ قدرتی طور پر ملی ہوتی ہیں، اس لیے ان کو دھوتے وقت زیادہ توجہ کرنی چاہیے اور ان کو کھول کر اندر پانی داخل کرنا چاہیے۔ جیسا کہ امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ وضو کی احتیاطیں بیان کرتے ہوئے پاؤں دھونے کے متعلق لکھتے ہیں: "یہاں انگلیوں کی کروٹیں زیادہ قابل لحاظ ہیں کہ قدرتی ملی ہوئی ہیں۔" (فتاوی رضویہ، جلد1، صفحہ445، رضا فاونڈیشن، لاھور)

تخليل اللحية (داڑھی کے خلال) سے متعلق احکام

(7) داڑھی کے خلال کا مفہوم اور اس کا طریقہ:

داڑھی کے خلال کا مفہوم یہ ہے کہ پانی سے تر انگلیاں داڑھی کے بالوں میں داخل کی جائیں۔
(یہاں داڑھی کے وہ بال مراد ہیں جو چہرے کی حد سے خارج اور لٹکے ہوتے ہیں)

بنایہ میں ہے: ”وتفسيره أن يدخل أصابع يديه في خلل اللحية وهي الفرج التي بين الشعر“ یعنی اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو داڑھی کے بالوں کی کشادگی کے درمیان داخل کرنا خلال کہلاتا ہے۔ (البناية، جلد 1، صفحہ 220، دار الكتب العلميه، بيروت)

پانی سے تر انگلیاں داڑھی کے بالوں میں داخل کر لینے سے داڑھی کا خلال ہو جائے گا، اور اتنے عمل سے ہی سنت ادا ہو جائے گی۔ چاہے اس کی کیفیت اور طریقہ کچھ بھی اختیار کیا جائے۔ البتہ علمائے کرام نے اس کا بہتر طریقہ یہ تجویز کیا ہے کہ داڑھی کے نیچے کی جانب سے سیدھے ہاتھ کی انگلیاں داڑھی کے بالوں میں کنگھی کی طرح داخل کر کے اوپر باہر کی جانب لائی جائیں اور یہ عمل کرتے ہوئے ہاتھ کی پشت گلے کی جانب ہو اور ہتھیلی باہر کی جانب ہو۔

حلبہ میں ہے: ”وصفة التخليل ان يدخل اصابع يده اليمنى من اسفلها في خللها اى بين شعرها ليصل الماء الى باطنها قلت ويشهد له ما في سنن ابن ماجة بسند هو حجة عن ابن عمر، قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا توضأ عرك عارضيه بعض العرك، ثم شبك لحيته بأصابع من تحتها“ ترجمہ: خلال کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کا داڑھی کے نیچے سے داڑھی کے بالوں کے درمیان داخل کرنا تاکہ اندرونی حصے تک پانی پہنچ جائے۔ میں کہتا ہوں: اس پر سنن ابن ماجہ کی وہ روایت شاہد ہے جو قابل حجت سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنے رخساروں کو ہلکا ملتے پھر اپنی انگلیوں کو اپنی داڑھی کے بالوں میں نیچے کی طرف سے

داخل کرتے۔ (حلبہ، جلد1، صفحہ65، نوریہ رضویہ، لاھور)

در مختار اور رد المحتار میں ہے، وما بين الهلالين من الدر: " (ويجعل ظهر كفه إلى عنقه) نقله العلامة نوح أفندي عن بعض الفضلاء بلفظ: وينبغي أن يجعل إلخ. وكتب في الهامش إنه الفاضل البرجندي. وقال في المنح: وكيفيته على وجه السنة أن يدخل أصابع اليد في فروجها التي بين شعراتها من أسفل إلى فوق بحيث يكون كف اليد لخارج وظهرها إلى المتوضئ. اهـ." ترجمہ: (داڑھی کا خلال یوں کرے کہ) اپنے ہاتھ کی پشت اپنی گردن کی طرف رکھے۔ اسے علامہ نوح آفندی نے بعض فاضلین سے " وينبغي أن يجعل إلخ " کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور حاشیہ میں لکھا کہ یہ فاضل برجندی کا فرمان ہے اور منح میں فرمایا: اور خلال کی سنت کیفیت یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کو داڑھی کے بالوں میں موجود کشادگی میں نیچے کی طرف سے داخل کرے اور اوپر کی طرف لائے یوں کہ ہاتھ کی ہتھیلی سامنے کی طرف ہو اور اس کی پشت وضو کرنے والے کی طرف۔

(ردالمحتار، جلد1، صفحہ117، دارالفکر، بیروت)

بہار شریعت میں مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ داڑھی کے خلال کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یوں کہ اُنگلیوں کو گردن کی طرف سے داخل کرے اور سامنے نکالے۔"

(بہار شریعت، جلد1، صفحہ295، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک حدیث کی تشریح میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ خلال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "داہنے ہاتھ کی انگلیاں شریف ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی کی جڑ میں کنگھی کی طرح ڈال کر داڑھی کے نیچے لے جاتے تھے۔"

(مراۃ المناجیح، جلد1، صفحہ289، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

نوٹ:

بعض احادیث میں چونکہ یہ مروی ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلال کرتے وقت

چلو میں پانی بھر کر اسے ٹھوڑی کے نیچے لے جاتے اور داڑھی مبارک کے اس حصے کو تر فرماتے۔ اس لئے بعض علماء نے یہ عمل بھی کرنے کا فرمایا ہے، لہذا بہتر ہے یہ عمل بھی کر لیا جائے اگرچہ یہ عمل (یعنی چلو بھر کر داڑھی کے نیچے والے حصے کو تر کرنا) خلال نہیں کہلاتا کیونکہ خلال تو انگلیاں داخل کرنے سے ہی ہوتا ہے۔

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں سنن وضو بیان کرتے ہوئے لکھا: وما بين الهلالين للمراقي: "وتخليل اللحية الكثة بكف ماء من أسفلها (لأن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا توضأ أخذ كفا من ماء تحت حنكه فخلل به لحيته)" ترجمہ: اور سنت ہے گھنی داڑھی کا خلال یوں کہ داڑھی کے نیچے سے ہو اور پانی کے ایک چلو کے ساتھ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو ایک چلو پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے پہنچاتے جس سے اپنی داڑھی کا خلال کرتے۔ (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، صفحه 33، مكتبه عصريه، بيروت)

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اس سے لگتا ہے کہ خلال کے وقت انگلیاں جب داڑھی میں داخل کریں تو ہتھیلی آدمی کے گلے کی جانب اور پشت باہر کی جانب ہونی چاہیے کیونکہ چلو میں پانی لے کر داخل کرنا یوں ہی ہو سکے گا۔ تو اس پر امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ چلو کا پانی لے کر داڑھی کے نیچے والے حصے کو جب تر کریں گے تو اس وقت ہتھیلی اپنی جانب ہو گی، لیکن یہ عمل، خلال نہیں ہے۔ خلال تو انگلیوں سے ہو گا اور وہ اس کے بعد ہو گا جس کا طریقہ وہی ہے جو علماء نے بیان کیا یعنی کہ ٹھوڑی کے نیچے سے انگلیاں داڑھی میں داخل کرتے وقت ہتھیلی باہر کی جانب اور پشت گلے کی جانب ہو۔ اور یہی بات علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں بھی لکھی ہے۔

چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "والمتبادر منه إدخال اليد من أسفل بحيث يكون كف اليد لداخل من جهة العنق وظهرها إلى

الخارج، ليمكن إدخال الماء المأخوذ في خلال الشعر "ترجمہ: اور اس سے متبادر یہی طریقہ ہے کہ ہاتھ کو نیچے سے یوں داخل کرنا کہ داخل ہونے والے ہاتھ کی ہتھیلی گلے کی جانب ہو اور اس کی پشت باہر کی جانب ہو تا کہ ہتھیلی میں لیا ہوا پانی بالوں کے اندر داخل کرنا، ممکن ہو۔

(ردالمحتار، جلد1، صفحہ117، دارالفکر، بیروت)

امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: "أقول: أنت تعلم أنّ التخليل بالكفّ لا معنى له، وإنما التخليل بالأصابع كما لا يخفى، وقد صرّحوا أيضاً بذلك، غاية الأمر أنّ النبيّ صلّى الله تعالى عليه وسلّم كان يأخذ للتخليل ماءً جديداً يَبُلّ به تحت حَنكه الشريف، وهو كما ذكرتُ بكون الكفّ لداخلٍ، ثم يُدخل الأصابع في خلال الشعر، وهذا هو التخليل وطريقه ما ذكروا. "ترجمہ: میں کہتا ہوں: آپ جانتے ہیں کہ ہتھیلی سے خلال کرنے کا تو کوئی معنی نہیں بنتا، خلال تو انگلیوں سے ہوتا ہے جیسا کہ مخفی نہیں، اور فقہائے کرام نے بھی اسی کی تصریح کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ معاملہ یوں ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خلال کے لئے نیا پانی لیتے جس کے ذریعے اپنے ٹھوڑی شریف کے نچلے حصے کو تر کرتے، اور یہ کام، جیسا کہ میں نے ذکر کیا، داخل ہونے والے ہاتھ کی ہتھیلی سے ہی ہوگا۔ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنی انگلیاں بالوں کے اندر داخل فرماتے، اور یہ (داخل کرنا) خلال کرنا ہے، اور اس کا طریقہ وہ ہے جو فقہاء نے ذکر کیا۔ (جدالممتار، جلد1، صفحہ151، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حاشیہ طحطاوی علی المراقی میں ہے: "ويكون الكف إلى عنقه كما في القهستاني وابن أمير حاج وغيرهما أي حال وضع الماء ويجعل ظهر كفه إلى عنقه حال التخليل كما في الحموي. "ترجمہ: ہتھیلی گردن کی طرف ہوگی جیسا کہ قہستانی اور ابن امیر الحاج وغیرہما نے فرمایا اور مراد یہ ہے کہ ہاتھ کی یہ کیفیت پانی، (اس مقام پر) رکھتے وقت ہوگی، اور خلال کرتے وقت اپنے ہاتھ کی پشت گلے کی طرف رکھے گا جیسا کہ حموی میں ہے۔

(طحطاوي على مراقي الفلاح، صفحه70، دارالكتب العلميه، بيروت)

(8)داڑھی کا خلال کب کیا جائے؟

تین مرتبہ منہ دھونے کے بعد اس کے ساتھ ہی داڑھی کا خلال کر لینا بہتر ہے۔البتہ اگر کسی نے وضو کے بعد کیا تو بھی سنت ادا ہو جائے گی۔حلبہ میں ہے:"والتخليل بعد التثليث"ترجمہ: خلال تین بار منہ دھونے کے بعد ہے۔ (حلبه، جلد1، صفحه65، نوريه رضويه، لاهور)

بہار شریعت میں ہے:"مونھ دھوتے وقت داڑھی کا خِلال کرے۔"

(بهار شريعت، جلد1، صفحه295، مكتبة المدينه، كراچي)

ایک حدیث پاک جس میں تذکرہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے، اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:"ظاہر یہ ہے کہ داڑھی شریف کا یہ خلال چہرہ دھونے کے ساتھ تھا نہ کہ وضو کے بعد۔"

(مراۃ المناجيح، جلد1، صفحه289، نعيمى كتب خانه، گجرات)

(9)خلال کی سنت کیا ہر طرح کی داڑھی والے کے لیے ہے؟

داڑھی کا خلال فقط گھنی داڑھی والے کے لئے سنت ہے(جبکہ وہ احرام کی حالت میں نہ ہو)۔ اور جس کی داڑھی گھنی نہ ہو یعنی بال اتنے کم ہیں کہ نیچے سے چہرے کے کھال دکھائی دیتی ہے تو اس کے لئے تو چہرے کی کھال تک پانی پہنچانا واجب ہے،لہذا اس کے لئے خلال سنت نہیں۔ظاہر ہے جب وہ چہرے کی کھال تک پانی پہنچائے گا تو ساری یا اکثر داڑھی تو ویسے ہی دھل جائے گی اور دھلنے کے بعد اب خلال کے ذریعے تری پہنچانے کی کوئی ضرورت نہیں۔جیسے وضو میں سر کا مسح کرنا ہوتا ہے، لیکن اگر کسی نے سر دھو لیا تو اب مسح کی حاجت نہیں۔

مراقی الفلاح اور طحطاوی میں ہے:"ويسن في الأصح تخليل اللحية الكثة وهو قول أبي يوسف لرواية أبي داود عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يخلل لحيته (ولحيته الشريفة كانت كثة غزيرة الشعر صلى الله عليه وسلم)"ترجمہ: اصح

قول کے مطابق گھنی داڑھی کا خلال سنت ہے اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے، سنن ابو داؤد کی اس روایت کی وجہ سے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی داڑھی کا خلال فرمایا کرتے تھے۔" اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی اور زیادہ بالوں والی تھی۔ (طحطاوي علی مراقي الفلاح، صفحہ70، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ شامی اس مسئلے میں امام ابو یوسف کا سنت ہونے والا اور طرفین کا مستحب قرار دینے والا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "(قال في الحلية: والظاهر أن هذا كله في الكثة، أما الخفيفة فيجب إيصال الماء إلى ما تحتها. اهـ. وجزم به الشرنبلالي في متنه "ترجمہ: حلیہ میں فرمایا: ظاہر ہے کہ یہ ساری بحث گھنی داڑھی کے بارے میں ہے کیونکہ خفیف داڑھی والے کے لیے تو نیچے تک پانی پہنچانا واجب ہے۔ انتہیٰ۔ اور اسی پر علامہ شرنبلالی نے اپنے متن میں جزم فرمایا۔ (ردالمحتار، جلد1، صفحہ117، دار الفکر، بیروت)

شرح منیہ صغیر لابراہیم حلبی میں بھی اختلاف نقل کرنے کے بعد لکھا: "وهذا ان كانت كثيفة لا ترى البشرة تحتها فان كانت خفيفة بان ترى بشرتها لزم غسل ما تحتها كذا في الظهيرية "ترجمہ: یہ حکم اس وقت ہے کہ جب داڑھی گھنی ہو کہ اس کے نیچے سے جلد نہ دِکھتی ہو اور اگر داڑھی خفیف ہو کہ اس سے جلد دِکھتی ہو تو اس جلد پر پانی بہانا لازم ہے۔ اسی طرح ظہیریہ میں ہے۔ (شرح منیہ صغیر، جلد1، صفحہ10، مطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ عثمانیہ، ترکی)

بہار شریعت میں ہے: "اور سر کا چوتھائی حصہ نم ہو گیا یا کسی تالاب میں گر پڑا اور اعضائے وُضو پر پانی گزر گیا وُضو ہو گیا)۔" (بہار شریعت، جلد1، صفحہ292، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(10) داڑھی کے خلال کا حکم:

گھنی داڑھی والا اگر احرام کی حالت میں نہ ہو تو اس کے لئے داڑھی کے لٹکے ہوئے بالوں کا خلال کرنا سنت ہے (اور دھولینا مستحب ہے۔) تفصیل کچھ یوں ہے کہ

داڑھی کے خلال کے متعلق ہمارے ائمہ میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مستحبات و آداب میں شمار کیا ہے (بلکہ ایک روایت کے مطابق فقط جائز کہا یعنی کوئی کرلے تو بدعت نہیں کہیں گے)۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ اسے سنت کہتے ہیں۔ امام ابو یوسف کے سنت والے قول کو صاحب مبسوط و فتح القدیر نے ترجیح دی ہے، اور علامہ ابراہیم حلبی نے بھی اسے احادیث و دلائل کے اعتبار سے قوی قرار دیا۔ عامہ متون (مثل تنویر الابصار، کنز الدقائق، غرر، المختار، نور الایضاح، ملتقی الابحر وغیرہم) نے بھی اسے سنن وضو میں شمار کیا ہے جو اس کے مختار ہونے کی دلیل ہے۔

سنن ترمذی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: "أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخلل لحیتہ" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے۔ (ترمذی، ابواب الطھارۃ، جلد 1، صفحہ 46، مطبوعہ مصر)

سنن ابو داؤد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں کہ: "أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا توضأ أخذ کفا من ماء فأدخلہ تحت حنکہ فخلل بہ لحیتہ، وقال: ھکذا أمرني ربي" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو ایک چلو پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے پہنچاتے جس سے اپنی داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے کہ میرے رب نے مجھے یوں ہی حکم دیا ہے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الطھارۃ، باب تخلیل اللحیۃ، جلد 1، صفحہ 36، مکتبہ عصریہ، بیروت)

صاحب ہدایہ وضو کی سنن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "(وتخلیل اللحیۃ) لأن النبي - علیہ الصلاۃ والسلام - أمرہ جبریل - علیہ السلام - بذلک وقیل ھو سنۃ عند أبي یوسف - رحمہ اللہ - جائز عند أبي حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ، لأن السنۃ إکمال الفرض في محلہ والداخل لیس بمحل الفرض" ترجمہ: اور داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے

کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام نے اس بات کا امر کیا تھا۔ اور کہا گیا کہ یہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک سنت ہے اور امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک فقط جائز ہے کیونکہ سنت وہ ہوتی ہے جو فرض کی اس کے محل میں تکمیل کرے جبکہ داڑھی کے لٹکے بالوں کا اندرونی حصہ محل فرض ہی نہیں ہے۔

(الھدایہ، جلد1، صفحہ16، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بدائع میں ہے:" (وأما) تخليل اللحية فعند أبي حنيفة، ومحمد من الآداب، وعند أبي يوسف سنة، هكذا ذكر محمد في كتاب الآثار لأبي يوسف ما روي أن «رسول الله - صلى الله عليه وسلم - توضأ، وشبك أصابعه في لحيته كأنها أسنان المشط» ، ولهما أن الذين حكوا وضوء رسول الله - صلى الله عليه وسلم - ما خللوا الحاهم، وما رواه أبو يوسف فهو حكاية فعله - صلى الله عليه وسلم - ذلك اتفاقا لا بطريق المواظبة، وهذا لا يدل على السنة۔ "ترجمہ: داڑھی کا خلال امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک آداب میں سے ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل وہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرماتے اور اپنی انگلیوں کو اپنی داڑھی مبارک میں یوں داخل فرماتے جیسے کنگھی کے دندانے ہوں۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جن صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کو بیان فرمایا انہوں نے اپنی داڑھی میں خلال نہیں فرمایا اور جو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے روایت بیان فرمائی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مرتبہ اتفاقی فعل کی حکایت ہے نہ کہ بطور مواظبت اور یہ سنت ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

(بدائع الصنائع، جلد1، صفحہ23، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں:" وهو سنة عند أبي يوسف وأبو حنيفة ومحمد يفضلانه ورجح في المبسوط قول أبي يوسف كما في البرهان شرنبلالية. وفي شرح

المنية: والأدلة ترجحه وهو الصحيح. اهـ "ترجمہ: یہ خلال امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے اور طرفین کے نزدیک افضل ہے۔ مبسوط میں امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے جیسا کہ برھان میں ہے، شرنبلالیہ۔ اور شرح منیہ میں علامہ ابراہیم حلبی نے فرمایا: باعتبار دلائل اسی کو ترجیح ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ردالمحتار، جلد 1، صفحہ 117، دارالفکر، بیروت)

فتح القدیر میں ہے: "إلا أن أبا حنيفة - رحمه الله - يقول: لم يثبت منها المواظبة بل مجرد الفعل، إلا في شذوذ من الطرق فكان مستحبا لا سنة، لكن ما في أبي داود من قوله: بهذا أمرني ربي، لم يثبت ضعفه، وهو مغن عن نقل صريح المواظبة؛ لأن أمره تعالى حامل عليها، فيترجح قول أبي يوسف كما رجحه في المبسوط "ترجمہ: مگر یہ کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان احادیث سے مواظبت ثابت نہیں ہوتی بلکہ فقط اس طرح کرنا ثابت ہوتا ہے، ہاں بعض شاذ طرق میں مواظبت والی بات آئی ہے لہذا یہ مستحب ہو گا سنت نہیں۔ لیکن سنن ابو داؤد میں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ "اسی کا مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے۔" اس حدیث کا ضعف ثابت نہیں ہے اور یہ مواظبت کی صراحت سے مستغنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا امر ہونا ہی اس فعل کو بطور مواظبت کرنے پر ابھارتا ہے لہذا امام ابویوسف رحمہ اللہ کا قول راجح قرار پاتا ہے جیسا کہ صاحب مبسوط نے اسی کو ترجیح دی ہے۔
(فتح القدیر للکمال ابن الھمام، جلد 1، صفحہ 30، دارالفکر، بیروت)

بنایہ میں ہے: " وكون تخليل اللحية سنة هو الصحيح للأحاديث المذكورة ولفعل الصحابة - رضي الله عنهم " ترجمہ: احادیث مذکورہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فعل کی وجہ سے داڑھی کے خلال کا سنت ہونے کا قول ہی صحیح ہے۔
(البنایۃ شرح الھدایۃ، جلد 1، صفحہ 225، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

داڑھی کا خلال سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟

مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہوئی کہ داڑھی کے خلال کا سنت ہونا ہی راجح ہے۔ البتہ تتبع و تلاش کے باوجود اس کے مؤکدہ ہونے کی صراحت نہیں ملی، اور خارجی اعتبار سے بھی اس کے مؤکدہ ہونے کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے، بلکہ کئی باتیں اس کے غیر مؤکدہ ہونے کا اشارہ کرتی ہیں۔ جیسے وہ صحیح احادیث جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ مروی ہوا ان کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن میں داڑھی کے خلال کا تذکرہ نہیں ہے، تو یہ بات اس طرف دلالت کرتی ہے کہ داڑھی کا خلال مؤکدہ سنت نہیں۔ غالب احادیث میں تذکرہ نہ ملنا اور بعض میں تذکرہ آنا یہ حکم میں نرمی کی دلیل ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسحِ رقبہ (گردن کے مسح) کو بعض نے سنن میں شمار کیا اور بعض نے آداب میں لیکن علامہ ابراہیم حلبی نے مستحب ہونے کو اسی اعتبار سے ترجیح دی کہ اگرچہ بعض احادیث میں اس کا تذکرہ ہے لیکن غالب احادیث میں نہیں ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "وفی الاختیار قیل ھو سنة وقیل مستحب واقتصر فی الکافی علی انه مستحب وھو الاصح لروایة فعله صلی اللہ علیه وسلم فی بعض الاحادیث دون غالبھا فافاد عدم المواظبة وھو دلیل الاستحباب" ترجمہ: اختیار میں ہے: بعض نے کہا کہ یہ سنت ہے اور بعض نے کہا کہ یہ مستحب ہے۔ اور کافی میں صرف اس پر ہی اقتصار کیا کہ یہ مستحب ہے اور یہی اصح ہے کیونکہ فقط بعض احادیث میں یہ فعل مروی ہے، اکثر میں نہیں ہے، تو اسی سے عدم مواظبت کا پتا چلتا ہے اور یہ مستحب ہونے کی دلیل ہے۔ (غنیہ شرح منیہ، صفحہ 22، مطبوعہ کوئٹہ)

نیز امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کا یہ موقف کہ داڑھی کا خلال مستحب ہے، یہ اگرچہ راجح نہ ہو لیکن حکم کے تاکیدی نہ ہونے پر دلالت ضرور کرتا ہے۔

اشکال:

اگر یہ کہا جائے کہ فقہائے کرام نے اسے مطلقاً سنن میں شمار کیا ہے اور مطلقاً سنت کا اطلاق

مؤکدہ پر ہوتا ہے، اس لئے یہ سنت بھی مؤکدہ ہونی چاہیے۔ نیز داڑھی کے خلال کے متعلق جو احادیث مروی ہوئی ہیں وہ بھی اس کے سنت مؤکدہ ہونے کا تقاضا کرتی ہیں، کہ ترمذی کی حدیث میں کان یفعل کے صیغے سے حدیث آئی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کام کئی بار کیا۔ یونہی ابوداؤد کی حدیث میں "هكذا أمرني ربي" کے الفاظ ہیں جو تکرار تاکید دونوں پر دلالت کرتے ہیں کہ جب رب کا حکم ہے تو ظاہر ہے اس میں تاکید بھی ہوگی۔

جواب:

فقہائے کرام نے سنن الوضوء کے عنوان سے جن سنتوں کو جمع کیا ہے ان میں مؤکدہ بھی شامل ہیں اور غیر مؤکدہ بھی ہیں۔ جیسا کہ انگلیوں کے خلال والے مسئلے میں ہم ایسی مثالیں دے چکے ہیں کہ جن کو فقہائے کرام نے مطلقاً سنن میں شمار کیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ مؤکدہ سنن میں سے نہیں ہے، لہٰذا فقط سنن میں شمار ہونا مؤکدہ ہونے کی دلیل نہیں۔

یونہی مطلقاً مواظبت کے ثبوت سے بھی یہ لازم نہیں کہ وہ سنت مؤکدہ ہی ہے، جیسا کہ اس کی نظیر بھی مسواک کے طور پر موجود ہے کہ اس پر مواظبت ثابت ہے اور عامہ متون نے اسے سنت بھی مانا ہے، لیکن اس کے باوجود محققین فقہائے کرام نے اسے مطلقاً سنت مؤکدہ نہیں کہا، بلکہ یہی کہا **کہ مؤکدہ اس وقت ہوگی جب منہ میں تغیر ہو ورنہ غیر مؤکدہ**۔ چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اس مسئلے کی تحقیق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "در بارہ سواک کلمات علما مختلف ہیں کہ سنّت ہے یا مستحب۔ عامہ متون میں سنت ہونے کی تصریح فرمائی اور اسی پر اکثر ہیں صغیری میں اسی کو اصح کہا جوہرہ نیرہ وڈر مختار میں سنت مؤکدہ ہونے پر جزم کیا لیکن ہدایہ واختیار میں استحباب کو اصح اور تبیین وخیر مطلوب میں صحیح بتایا فتح میں اسی کو حق ٹھہرایا حلیہ وبحر نے اُن کا اتباع کیا۔

اقول: جب تصحیح مختلف ہے تو متون پر عمل لازم کما نصوا علیہ قول سنیت کی ایک وجہ ترجیح یہ ہوئی۔ وجہ دوم: خود امام مذہب رضی اللہ عنہ سے سنیت پر نص وارد۔ ....وجہ سوم: یہی اقوی من

حیث الدلیل ہے کہ احادیث متوافرہ اُس کی تاکید اور اس میں قولاً وفعلاً اہتمام شدید پر ناطق جن سے کتبِ احادیث مملوہیں بلکہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُس پر مواظبت ومداومت گویا ضروریات وبدیہیات سے ہے،......(پھر یہ ثبوت دینے کے بعد کہ یہ سنت داخلیہ نہیں بلکہ قبلیہ ہے لکھتے ہیں)لاجرم ثابت ہوا کہ سنت قبلیہ ہے اور یہی مطلوب تھااور خود حدیث صحیح مسلم اس کی طرف ناظر، اور حدیث ابی داؤد اس میں نص......بالجملہ: بحکم متون واحادیث اظہر، وہی مختار بدائع وزیلعی وحلیہ ہے کہ مسواک وضو کی سنت قبلیہ ہے، **ہاں سنت مؤکدہ اُسی وقت ہے جبکہ منہ میں تغیر ہو۔**"

(ملتقطاًازفتاوی رضویہ، جلد1، صفحہ606تا623، رضافاونڈیشن، لاھور)

اور جو حدیث میں "ھکذا أمرني ربي" آیا ہے تو اتنی بات بھی ثبوت تاکید کے لئے کافی نہیں کیونکہ حکم کبھی استحبابی درجے کا بھی ہوتا ہے بلکہ یہاں یہ حکم استحبابی درجے کا ہی تھا، اس کی صراحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی ہے۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اور اَمرِ رب سے مراد وحی خفی یعنی الہام ہے یا بواسطہ جبریل۔۔۔۔۔خیال رہے کہ یہ امر وجوب کا نہیں بلکہ استحبابی ہے۔"

(مراۃالمناجیح، جلد1، صفحہ289، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

بطور نظیر ہم یہ بیان کرسکتے ہیں کہ جس طرح کی احادیث داڑھی کے خلال کے متعلق آئی ہیں ،(اگرچہ ان کی اسنادی حیثیت پر کلام ہے جو فتح القدیر وبنایہ میں دیکھا جاسکتا ہے، لیکن اس سے قطع نظر)اسی طرح کی احادیث پیشاب کے بعد شرمگاہ کے قریب کپڑے پر چھینٹا دینے کے متعلق وارد ہیں کہ یہاں بھی صیغہ امر کے ساتھ چھینٹا دینے کا فرمایا گیاہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک کو بیان کرتے ہوئے "کان یفعل "کا صیغہ بھی آیاہے جو مشعر تکرار ہے اور امرنی کا صیغہ بھی مروی ہوا، لیکن اس کے باوجود علمائے کرام اسے مستحبات میں شمار کرتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ سنت کہتے ہیں، مؤکدہ کا قائل کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ اور یہاں بھی علمائے کرام نے یہ وضاحت کی

ہے کہ حدیث میں جو "امرنی "یعنی مجھے حکم دیا گیا کا لفظ آیا ہے تو اس حکم سے مراد بھی استحباب کے درجے کا حکم ہے۔

چنانچہ ابو داؤد شریف اور سنن کبری للبیہقی میں ہے کہ والنظم للاول:"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا بال یتوضأ وینتضح "ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب پیشاب فرماتے، وضو فرمایا کرتے اور (شرمگاہِ اقدس پر) چھینٹا دیا کرتے تھے۔

(سنن أبي داود، جلد1، صفحه 43، مكتبه عصريه، بيروت)

امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں:" اسی لیے سنت ہوا کہ وضو کے بعد ایک چھینٹا رومالی یا تہ بند ہو تو اس کے اندرونی حصّے پر جو بدن کے قریب ہے دے لیا کریں ثم لیقل ھو من الماء پھر اگر قطرہ کا شبہ ہو تو خیال کر لیں کہ پانی جو چھڑ کا تھا اُس کا اثر ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا توضأت فانتضح۔ رواہ ابن ماجه عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ۔ جب تو وضو کرے تو چھینٹا دے لے ۔۔۔ یہ چھینٹا خاص اہلِ وسوسہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ سب کے لیے سنت ہے۔۔۔

ابو داؤد نسائی ابن ماجہ حکم بن سفیان یا سفیان بن حکم رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی:" قال کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا بال توضأ ونضح فرجه "رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب پیشاب فرماتے وضو فرماتے اور شرمگاہِ اقدس پر چھینٹا دیتے۔

ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:" قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فنضح فرجه" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرما کر ستر مبارک پر چھینٹا دیا۔

احمد و ابن ماجہ و دار قطنی و حاکم و حارث بن ابی اسامہ حضرت محبوب ابن المحبوب سیدنا و ابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ اپنے والد ماجد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

راوی رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اتانی جبریل فی اول ما اوحی الی فعلمنی الوضوء والصلاۃ فلما فرغ الوضوء اخذ غرفۃ من الماء فنضح بھا فرجہ یعنی اول اول مجھ پر وحی اتری، تو جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے حاضر ہو کر مجھے وضو و نماز کی تعلیم دی، جبریل نے وضو خود کر کے دکھایا جب وضو کر چکے ایک چُلّو پانی لے کر اپنی اُس صورت مثالیہ کے موضع شرمگاہ پر چھڑک دیا۔

ولفظ ق: علمنی جبرئیل الوضوء وامرنی ان انضح تحت ثوبی لما یخرج من البول بعد الوضوء۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے وضو کی تعلیم دی اور مجھے امر کیا کہ زیر جامہ پانی چھڑکوں اس خدشہ کو ختم کرنے کے لیے کہ وضو کے بعد کوئی قطرہ نکلا ہو۔

ترمذی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جاء نی جبریل فقال یا محمد اذا توضأت فانتضح۔ جبریل نے حاضر ہو کر مجھ سے عرض کی یا رسول اللہ جب حضور وضو فرمائیں چھینٹا دے لیا کریں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 1، صفحہ 775 تا 777، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس موضوع کی احادیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وعن ھذا قال أصحابنا: من جملۃ مستحبات الوضوء أن ینضح الماء علی فرجہ وسراویلہ بعد فراغہ من الوضوء، ولا سیما إذا کانت بہ وسوسۃ." ترجمہ: اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے کہا وضو کے مستحبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وضو کے بعد اپنی شرمگاہ اور شلوار پر پانی کا چھینٹا دے، خصوصا اس وقت کے جب اسے وسوسے آتے ہوں۔

(شرح أبي داود للعیني، جلد 1، صفحہ 388، مطبوعہ ریاض)

حدیث "(علمني جبریل الوضوء وأمرني أن أنضح الخ)" کے تحت علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں: "والأمر للندب" ترجمہ: اور یہ امر، ندب کے لئے ہے۔

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، جلد2، صفحہ136، مکتبہ امام شافعی، ریاض)

فائدہ:

جس حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے تو اس کی شرح بیان کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کا خلال اکثر کرتے تھے نہ کہ ہمیشہ۔(مفہوماً)

(مراۃ المناجیح، جلد1، صفحہ289، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

(11)داڑھی کے مسح کا حکم:

داڑھی کا مسح اور داڑھی کا خلال دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ خلال کا مطلب تو اوپر بیان ہوا کہ خلال انگلیوں کے ذریعے ہوتا ہے یعنی انگلیاں داڑھی کے اندر داخل کرنے کا نام خلال ہے، اور اس سے داڑھی کے اندرونی حصے میں تری پہنچتی ہے۔ اور مسح کا مطلب ہوتا ہے داڑھی کے لٹکے ہوئے بالوں کے ظاہری وبیرونی حصے پر گیلا ہاتھ پھیر لیا جائے جس طرح سر کا مسح کیا جاتا ہے۔ علماء نے داڑھی کے خلال کی طرح داڑھی کے مسح کو بھی سنت قرار دیا ہے۔ہاں داڑھی کے ان لٹکے ہوئے بالوں کو بھی دھولینا مستحب ہے۔ چنانچہ امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: "صحیح مذہب میں ساری داڑھی دھونا فرض ہے یعنی جتنی چہرے کی حد میں ہے، نہ لٹکی ہوئی کہ ہاتھ سے گلے کی طرف کو دباؤ تو ٹھوڑی کے اُس حصّے سے نکل جائے جس پر دانت جمے ہیں کہ اس کا صرف مسح سنّت اور دھونا مستحب ہے۔.... در مختار میں ہے: غسل جمیع اللحیۃ فرض عملیا علی المذہب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ بدائع ثم لاخلاف ان المسترسل لایجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن وان الخفیفۃ التی تری بشرتھا یجب غسل ماتحتھا نھر" پوری داڑھی کا دھونا فرض عملی ہے۔ مذہب صحیح مفتیٰ بہ پر جس کی طرف رجوع ہو چکا ہے، بدائع۔ پھر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ داڑھی کے جو بال لٹکے ہوئے ہیں انھیں دھونا ضروری نہیں ان کا مسح بھی ضروری نہیں بلکہ مسنون ہے اور اس میں بھی اختلاف نہیں کہ

خفیف داڑھی جس کی جلد دکھائی دیتی ہے اس کے نیچے کی جلد دھونا ضروری ہے۔نہر الفائق"
(فتاوی رضویہ، جلد1، صفحہ446، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

منیہ میں سنن وضو بیان کرتے ہوئے داڑھی کے مسح اور خلال کو الگ الگ سنتیں شمار کیا ہے چنانچہ منیہ کی عبارت یہ ہے:"ومسح ما استرسل من اللحیۃ وتخلیلھا"ترجمہ:اور داڑھی کے لٹکے ہوئے بالوں کا مسح کرنا اور ان کا خلال کرنا سنت ہے۔
(منیہ مع الشرح حلبہ، جلد1، صفحہ64، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاھور)

خلاصہ کلام

داڑھی کے وہ بال جو چہرے کی حد میں آتے ہیں، وضو میں ان کو دھونا فرض ہے اور جو چہرے کی حد سے نکل جائیں اور مسترسل یعنی لٹکے ہوئے بال کہلائیں ان کا مسح کرنا سنت ہے، اور گھنی داڑھی والے کے لئے ان بالوں کا خلال بھی سنت ہے(جبکہ وہ احرام میں نہ ہو)۔اور ان بالوں کو دھولینا مستحب ہے۔لہذا اگر کوئی شخص سب بالوں کو دھولے تو اس کی خلال و مسح والی سنت بھی ادا ہو جائے گی۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح	**کتبـــــــــــــــــــــــہ**
مفتی محمد قاسم عطاری	المتخصص فی الفقہ الاسلامی
	محمد ساجد عطاری
	21رجب المرجب 1443ھ/23فروری 2022ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حدیث پاک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو مسلمان وُضو کرے اور اچھا وُضو کرے، پھر کھڑا ہو اور باطن وظاہر سے متوجہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، الحدیث ۲۳۴، صفحہ ۱۴۴)

فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی
+92 21 111 25 26 92 0313-1139278
www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net